لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

ستائش کنم ایزد پاک را — کہ گویا و بینا کند خاک را

اسرار الانسان

(جس میں)

بہ دلائل بینہ و براہین واضحہ یہ بتایا گیا ہے کہ

انسان کون ہے؟ کیا ہے؟ اور وہ یہاں کس غرض سے بھیجا گیا ہے؟ اور اس غرض کو بھول جانے کے کیا اسباب ہیں؟ اور انکو دُور کرکے حقیقتاً اس کے انسان کامل بن سکنے کا کیا طریقہ ہے؟

(مؤلفہ)

کمترین محمد کمال خاں ملازم سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

(سرکار عالی خلد اللہ ملکہ)

سنہ ۱۳۴۲ھ

مطبوعہ مطبع نظام دکن واقع بازار عیسیٰ میاں حیدرآباد

بسم اللہ وحدہٗ

اسرار الانسان

کے متعلق

رائیں

یوں تو متعدد اہل نظر حضرات نے اس کے متعلق زبان عربی۔ فارسی اور اردو میں رائیں لکھی ہیں۔ لیکن عدم گنجایش کے سبب سے صرف چند حسب ذیل رائیں ہی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر طبع کرائی جاتی ہیں۔ بقیہ بھی انشاءاللہ متعاقب طبع و شائع کی جائینگی۔

جناب مولانا حافظ محدث حکیم محمد عبد الرحمن صاحب سہارنپوری و جناب سید بے نظیر شاہ صاحب قادری حسامی۔ وارثی بانکیپوری اودھ۔ حال مقیم حیدرآباد بالاتفاق تحریر فرماتے ہیں

ہم نے اس دلپذیر رسالہ کو خود زبان مصنف سے سنا۔ اور اس رسالہ کو طالبان ہدایت و سالکان طریقت کے حق میں مفید پایا۔ امید کہ خداوند ذوالجلال بھی اسے درجۂ مقبولیت پر پہنچائے۔ اور مصنف کو اس کی محنت اور حسن نیت کا اجر نیک عطا فرمائے۔

از جناب حاجی مولوی صفی الدین محمد صاحب سابق ناظر

ازجناب قاضی مولوی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے فاضل رکن شعبۂ تالیف وترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکارعالی

رسالہ اسرار الانسان کو میں نے تمامہا دیکھا۔ قابل مصنف نے سہل و دلچسپ پیرایہ میں طریق اہل تصوف کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور پیر کامل کی رہبری سے نجات ابدی حاصل کرنے کا وسیلہ بتایا ہے۔ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے برمحل اشعار نے مطالب کو اور بھی دلنشین بنا دیا ہے۔ یقین ہے کہ جو لوگ فلسفیانہ کج بحثی و ملحدانہ تشکیک سے دل کو صاف رکھکر اس رسالہ کا مطالعہ کریں گے ضرور بتوفیق ایزدی ہدایت پائیں گے۔ امید ہے کہ اہل نظر اس رسالہ کی قدر کریں گے۔ اور مصنف کو ان کی محنت وجانکاہی کی داد دینگے۔ کہ اس قدر اہم و دقیق مضمون کو اس صفائی و آسانی سے تحریر فرمایا ہے کہ بلا دقت تمام مطالب ذہن نشین ہوجاتے اور دل پر اُن کا اثر قائم رہتا ہے۔

ازجناب مولوی محمد یونس صاحب مددگار صدر نظامت کوتوالی اضلاع سرکارعالی

۔ یہ جامع رسالہ جو حقایق و معارف میں ہے ہمارے فاضل دوست محمد کمال خاں صاحب کی تصنیف ہے۔ سالہا سال ہوئے کہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت موقوف ہے۔ اور دنیا مادہ پرستی کی طرف مائل ہے۔ لہذا اس رسالہ کے پڑھنے سے مجھکو بیحد خوشی ہوئی۔ مصنف نے

اس کی تصنیف سے اہل دکن پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا

از جناب حافظ مولوی محمد عبد العلی صاحب وکیل ہائیکورٹ سرکار عالی

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ رَبَّنَا عَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ

اسرار الانسان پر جسکو میرے قدیم عنایت فرما مولوی و صوفی محمد کمال حاجی صاحب نے جس اسلوب لکھا ہے مجھ ایسے بے بضاعت انسان کے لیے تقریظ لکھنا دشوار کام ہے جس کتاب کا متن انسان کا وجود ہو اس پر تقریظ لکھنا ایسے ہی شخص کا کام ہے جو اس ادق متن کی کم از کم سہل شرح کر سکے جس کے مطالعہ کرنے والے اس متن کے مطالب کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ کا مسئلہ تیرہ سو سال سے زیادہ ہوتا ہے کہ عجیب و غریب خزانے اور جواہر اپنے اندر سے نکالتا رہا ہے۔ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی شرح توضیح میں کہ اس سے کونسا گھر مراد ہے۔ گھر والا کون ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ اور اس سے ملنے اور ملاقات کرنے کا کیا ذریعہ ہے اور ملانے والے کا پتہ کیوں کر لگایا جا سکتا ہے۔ عجیب عجیب نکات بیان ہوئے ہیں۔ اور موشگافیاں کی گئی ہیں۔ اور ان میں غور و فکر کرنے والوں پر لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے رستے عجب عجب طرح سے کھلتے رہے

اور آئے دن کھلتے رہتے ہیں۔

اس زمانہ میں جو چودھویں صدی کہلاتی ہے وجود انسانی کی شرح لکھنا یا اس پر تقریظ لکھنا یا اس کے کسی مسئلہ پر کوئی حاشیہ لکھنا مجھ ایسے شخص کے لئے جو علم الانسان سے معری اور علم الاحسان سے بے بہرہ ہو ایسا ہی دشوار ہے جیسا کہ پلصراط سے گزرنا۔ جو عوام کے عقیدہ کے بموجب تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے باریک سمجھا جاتا ہے۔

مادی دنیا کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ

السر اذا جاوز الاثنین فشا		ومن افشے ھلک او غوے

پس علم الاسرار کا افشا بھی اس مسلمہ اصول کے تحت میں ایک حد تک مضر ہونے کا احتمال اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور حضرت منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ اس کے ایک مشہور پر وفیسر کی سزا پا لی اس کی ایک شہادت مبین ہے۔ تاہم اس گئے گزرے زمانہ میں بھی ایسے بندگان حق موجود ہیں جن کے کارنامے اپنی زبان حال سے یہ شعر سناتے ہیں سہ

دیر است کہ ہنگامہ منصور کہن شد		من بار دگر جلوہ دہم دار و رسن را

تمام نتایج و ثمرات اعمال کے نیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں علم الاحسان کے علما خصوصاً سرزمین ہندوستان میں کمیاب ہیں۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ جسکو اس نے اپنے اس کام کے لئے مخصوص فرمایا ہو

خالصاً لوجہ اللہ۔ احسن کما احسن اللہ الیک کی تعمیل میں اُن اسرار کی متابعت کو تحریر میں لائے جیسا کہ مصنف نے اپنی طبع خداداد کے جوہر اس گوہر نایاب کی تدوین میں دکھلائے ہیں تو اس کے تشکر میں بے اختیار مُنہ سے یہی نکلنا چاہئیے۔ کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ آخیر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں میں ایسے افراد کثرت سے پیدا کرے۔ اور متاخرین کو اُن کی محنت اور تجربہ اور تعلیم سے مستفید ہونے اور اسپرعمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ اور ہر آئندہ حالت ہماری گزشتہ حالت سے بہتر ہو۔ اور ہماری جماعت حزب اللہ کہلائے۔ اور اس کے حبیب صلعم کی نورانی مشعل ہماری روحانی رہنما رہے

از جناب مولوی محمد عطاء الرحمٰن خاں صاحب عطاؔ۔

مشفق من کمال خان صاحب
رشک شاہوں کو فقر پر ان کے
کیوں نہ دارین میں سعید ہوئے
ان کی مدت سے یہ تمنا تھی
آخر اک تذکرہ لکھا ایسا
یہ سلاست یہ حسن طرز بیاں
ذکر اس تذکرہ کا ہے ہر جا
سالِ ترتیب ہے عطاؔ اس کا

جن کو حاصل ہے نعمتِ عرفاں
ہاتھ آئی ہے دولتِ عرفاں
حق نے بخشی سعادتِ عرفاں
ہو جہاں میں اشاعتِ عرفاں
اس میں ہے نورِ حکمتِ عرفاں
خوب کی وا حقیقتِ عرفاں
اب ہوئی خوب شہرتِ عرفاں
اے سراپا کرامتِ عرفاں

۱۳۴۷ھ

از جناب مولوی میر مسعود علی صاحب بی۔ اے۔
فاضل رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

منشاء آفرینش عالم کی جستجو آفرینش عالم کے وقت سے چلی آتی ہے۔ دنیا کی ممتاز ہستیوں نے اسپر غور کیا۔ اور اپنے اپنے رنگ میں اس کو بیان کیا۔ مقدس بانیان مذہب تخلیق کا منشایہ قرار دیتے ہیں کہ مخلوق اپنے خالق کو پہچانے۔ اور اُس کے سامنے سر جھکائے۔ کچھ حکماء ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ انسان محض باہمی ہمدردی اور محبت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ وہ محض عیش و عشرت کے لئے بنایا گیا ہے۔ غرضکہ جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک لاینحل مسئلہ ہے۔ جیسا کہ خواجہ حافظ فرما گئے ہیں ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

ایسے مشکل راستہ میں کوئی کیا چل سکتا ہے۔ اور کس طرح منزل کو پہنچ سکتا ہے۔ مولوی محمد کمال خاں صاحب نے شمع اسلام کی روشنی میں جس قدر راستہ طے کیا ہے وہ غنیمت ہے۔ اور اُن کی ہمت قابل آفریں ہے۔ خالق عالم سے دعا ہے کہ وہ اس مختصر رسالہ کو رہروان طریقت کیلئے چراغ ہدایت بنائے۔ اور اپنی مخلوق کو راہِ راست دکھائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اسرار الانسان

ستایش کنم ایزد پاک را	کہ گویا و بینا کند خاک را
میں تعریف اُس خدائے پاک کی کرتا ہوں	جو خاک کو گویائی و بینائی عطا فرماتا ہے

حمد تمام حمد و ثنا اُسی ذات کے لئے سزاوار ہے کہ جسکے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوقات ہے۔ اور جس نے سب کی قسمت میں مرنا لکھدیا۔ اور بقار میں آپ یگانہ رہا۔ اور اپنی مرضی و منشار کے مطابق جو چاہتا ہے کرگزرتا ہے اور اس کے ارادہ یا منشار میں ممکن نہیں کہ کوئی دخل دے سکے یا دم مار سکے۔

حاکمست و یفعل اللہ ما یشار	او ز عینِ درد انگیزد دوا
وہ حاکم حقیقی ہے جو چاہتا ہے کرگزرتا ہے	وہ عین درد ہی سے دوا پیدا کرتا ہے

نعت اسی طرح تمام تعریف و توصیف حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

کے لئے شایاں ہے جن کی خاطر سے اِس کارخانۂ طلسماتی یعنی اٹھارہ ہزار عالم کو کتم عدم سے منصۂ وجود میں لایا گیا ہے۔ ؎

کیسی کیسی ہیں عناصر میں صورت بازی	حکمتیں لاکھ طرح کی ہیں انہی چار و نمیں

اور خدا کے بعد تمام مخلوقات سے آپ ہی بزرگ و برتر ہیں ؎

لا یمکن الثنا کما کان حقہٗ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

توصیف اہل بیت اطہار و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم	صلوٰۃ تامّہ و رحمتِ کاملہ و تسلیمات فائقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اعظم

اطہر و انور پر اور آپ کے اُن آل و اصحاب کبار و اہل بیت اطہار کی ارواحِ مقدسۂ معظمہ پر ہمیشہ نازل ہوتی رہے کہ جو آپ کے جسم پیغمبری کے جوارح ہیں۔ اور جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ ہدایت صوری و معنوی اور مظاہر اسرار و انوار پیغمبری ہیں۔ خاصکر حضرات خلفاء راشدین یعنی سیدنا حضرت عبداللہ جن کی کنیت[1] ابو بکر اور لقب[2] صدیق و عتیق ہے۔ اور سیدنا حضرت عمر جن کی کنیت ابوحفص

[1] کسی لڑکے کی طرف اسکے باپ یا ماں کا اپنے آپ کو نسبت کرنے کو لغت عرب میں کنیت کہتے ہیں جیسے ابوعبداللہ یعنی عبداللہ کا باپ۔ و اُمِ عبداللہ یعنی عبداللہ کی ماں۔ اور یہ کنیت اہل عرب کی اصطلاح میں ایک قسم کا نام کہلاتا ہے۔ [2] لقب اسکو کہتے ہیں جس سے کسی کی خاص ذاتی بزرگی و شرافت کا اظہار ہو سکے۔ اور نام وہ ہے جس سے نام والے کی شخصیت معلوم ہو۔

اور لقب فاروق اعظم ہے۔ اور سیدنا حضرت عثمان جن کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ اور سیدنا حضرت علی جن کی کنیت ابو الحسن و ابو تراب اور لقب مرتضٰی ہے رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔ یہی چاروں دین متین اور حقائق معارف ربانی کے رکن رکین ہیں اور یہی وہ حضرات ہیں کہ جن کے وجود باجود سے شیرازہ دین اسلام کا مستحکم ہوا۔ اور شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پھریرا لہراتا ہوا نظر آرہا ہے۔ پس ان کی ثنا و توصیف عین توصیف و ثناء حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اُن کی محبت عین محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اُن کی عداوت عین عداوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم۔

حق سبحانہ تعالےٰ ہر انسان کو اُن تمامی حضرات والا درجات کی بدرجہ غایت تعظیم صوری و معنوی اور محبت قلبی نصیب فرمائے۔ آمین۔

رَبِّ ارْضَ عَنْهُمْ وَارْضِهِمْ عَنَّا جَمِيْعًا یعنی

اے اللہ راضی ہوجا اُن سب سے اور راضی کر اُنکو ہم سب سے

القاب وخطاب اعلیحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ

یہ بڑی خوشی اور فخر کی بات ہے کہ رسالہ ہذا ایسے مبارک اور مجموعۂ خیر وبرکات اور تتمۂ دور زمانۂ قدر دانی دینی ودنیوی علم وفضل وکمالات میں تالیف ہوا ہے کہ جس کے واجب التعظیم فرمانروا **سلطان العلوم**، محی الملتہ والدین، فخر سلاطین زمن، والیٔ ملک دکن، حامیٔ اسلام، ملجائے انام، ماوائے خاص وعام، اظل رحمت خالق ذوالجلال والاکرام، السلطان ابن السلطان، ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان ابن الخاقان الملک العادل الباذل المظفر المنصور المعان، اعلیحضرت قوی شوکت حضور پرنور **نواب میر عثمان علی خان بہادر** خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ واعلی اللہ قوتہ وہمتہ ورفع اللہ صولتہ ودرجتہ وزاد اللہ عمرہ وعمر اولادہ واحفادہ وحفظہم اللہ من آفات الدہر وشرورہ وفتنۃ بجاہ النبی الامی سیدنا ومولانا محمد حبیبہ وخلیلہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں۔ اور جو اعلیٰ

ثمرۂ شجرۂ برکات عہد عثمانیہ

درجہ کے صاحب علم وفضل ہونے کے علاوہ دانشمندی۔ بیدار مغزی اور تعمق نظری میں۔ عدل وانصاف بین۔ رعایا پرماں باپ

سے زیادہ مہربان و شفیق ہوتے ہیں۔ اور اُس کی آسودگی۔ فراغت۔ امن اور چین اور اتفاق و اتحاد سے بسر کرنے کے لئے تدابیر و وسائل بہم پہونچاتے ہیں۔ اور رعایائے ملک کو علوم و فنون وجہ سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لئے روپیہ کو پانی کی طرح صرف فرماتے رہتے ہیں۔ اور اہل علم و فن کی قدر کرنے اور اعلیٰ تصنیفات و تالیفات سے بطور خاص دلچسپی رکھنے اور امور خیراتی میں لکوکھا روپیہ خیرات کرتے رہتے ہیں۔ اور مدارس۔ اور علما و فقرا اور دیگر دعا گویان ملکی و غیر ملکی کے نام بے دریغ ماہوار وظائف۔ یومیئے وغیرہ جاری فرماتے رہتے ہیں اپنی آپ ہی نظیر بلکہ بے نظیر ہیں ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید از وے رو متاب
آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے	اگر کسی کو آفتاب کے موجود ہونے کی دلیل

الغرض یہ اور اسی قبیل کی اور بہت سی ملک و رعایا کی بہبودی۔ ترقی بھلائی اور سرسبزی کی صوری و معنوی باتوں کے سبب سے اور بلحوا اس مضمون کے کہ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منجانب اللہ آپ کو ایسا درجۂ مقبولیت تامہ و محبوبیت کاملہ
حاصل ہو چکا ہے۔ اور آپ کی عام مقبولیت و محبوبیت کا سکہ
رعایائے دکن کے دلوں پر خصوصاً اور دیگر اقطاع عالم کی مخلوق
کے دلوں پر عموماً اس درجہ بیٹھ چکا ہے کہ جس کی وجہ سے ہر دل
بادشاہ ظل اللہ کے حق میں دعاگو رہتا ہے۔

دعا بجناب مجیب الدعوات — اے اللہ! تو اپنے
بحق اعلیحضرت سلطان دکن — افضال و اکرام کو کام فرما کے

بطفیل اپنے حبیب پاک خواجہ لولاک لما خلقت الافلاک
و بطفیل حضرات آل عبا و اہل بیت طیبین و خلفاء راشدین
و انصار و مہاجرین صلوٰۃ اللہ وسلامہ و برکاتہ و رضوان اللہ
علیہم اجمعین) ہمارے ہر دل عزیز غربا پرور و عدل گستر
سلطان دکن اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر عثمان علی خان
بہادر کا سایہ ہما پایہ کل شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان
نیک خصال اور کل رعایا برایا کے سروں پر حسب خواہش
و آرزو بادشاہ ظل اللہ کامل صحت و بدرجہ غایت جاہ و
حشمت کے ساتھ قائم و دائم رکھ۔ اور بادشاہ ظل اللہ
کو خاص اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ اور چمن عثمانی کو

اپنے افضال و اکرام کی آبیاری سے ہمیشہ سرسبز و شاداب
رکھے اور نونہالان چمن یعنی شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان
خجستہ خصال کی ہر روز خوشیاں دیکھنا نصیب فرما۔ اور
شہر حیدرآباد دکن کو ہر ایک آفت و بلا و فتنہ سے محفوظ
رکھ بحرمۃ النبی الامی و آلہ الامجاد صلی اللہ علیہ و آلہ و
صحبہ وسلم اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سبب تالیف رسالہ اما بعد یہ کمترین خلایق دوران
خاکپائے جمیع حضرات مشایخ طریقت زمان۔ و مخلص و
و متوسل عامۂ فقراء ارباب حقیقت و عرفان قلیل البضاعت
بندۂ خاکسار ہیچمدان محمد کمال خان ابن محمد ابراہیم خان صاحب
مرحوم و مغفور متوطن بلدۂ حیدرآباد فرخندہ بنیاد صانہا اللہ
عن الشر و الفساد و مرید حقایق آگاہ و معارف دستگاہ
عالم علم شریعت و واقف رموز سلوک طریقت و کاشف
اسرار حقیقت و معرفت عالی جناب حضرت مولانا حکیم
و واعظ شاہ افتخار الحق صاحب چشتی و قادری و رفاعی
الہ آبادی عرض کرتا ہے کہ بلحاظ حضرت مولانا جلال الدین
رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے کہ ؎

می رسد از لامکاں تا منزلت		صد سوال و صد جواب اندر دلت
لامکاں سے تیرے گھر تک چلے آتے ہیں		صدہا سوال اور صدہا جواب انسان کے دل میں

ایک روز اس عاجز کے دل میں دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ انسان کون ہے، کیا ہے، اور وہ یہاں کس غرض سے بھیجا گیا ہے، اور اس غرض کو بھول جانے کے کیا اسباب ہیں، اور ان کو دور کر کے حقیقتاً اس کے انسان کامل بن سکنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہیئے اگرچہ ایک ایسے اہم امر کے متعلق کمترین جیسے ہیچمدان اور کم استعداد کا کام نہیں کہ کچھ خامہ فرسائی کر سکے۔ لیکن بھولی ہوئی باتوں کو بہ نظر فائدہ رسانی یاد دلا دینا خالی از اجر و ثواب نہیں ہے۔ اور اس کے لئے خاص قابلیت و استعداد کا ہونا بھی چنداں ضروری نہیں ہے اس لئے حسب استعداد و معلومات اس مختصر سے رسالہ کو ترتیب دینے کی جرأت کی گئی ہے۔

اردو داں اصحاب کی سہولت کی غرض سے کل فارسی اشعار کے تحت ان کا ترجمہ متن میں لکھ دیا گیا ہے۔

جناب مولوی سید محمدؐ ابراہیم صاحب ندوی ایم اے ایم۔ او یل مولوی فاضل۔ منشی فاضل و رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ آپ نے از راہ علم دوستی رسالہ ہذا کو اصلاحی نظر سے ملاحظہ فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ باایں ہمہ اگر کہیں لفظی یا معنوی غلطی رہ گئی ہو تو پوری توقع ہے کہ ناظرین اصلاح فرما کے اطلاع اور شکریہ کا موقع دیں گے۔

اس رسالہ کی طباعت و اشاعت میں جن معزز حضرات نے از راہ خدا پرستی و علم دوستی امداد فرمائی اُن کا اور خاصکر جناب مولوی میر ابراہیم علی صاحب سشن جج کا جو ایک نیک و خدا ترس ہیں۔ اور جنھوں نے مبلغ پچیس روپے عطا فرمائے ہیں دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالے اُن تمام حضرات کی عمروں میں ترقی عطا فرمائے۔ اور اُن کو اپنی محبت و معرفت نصیب کرے۔ آمین امید ہے کہ یہ رسالہ ہر متوجہ طبیعت اور سیدھے

سادے مگر اثر پذیر دل کی رہبری و رہنمائی کے لئے مفید اور کار آمد ثابت ہوگا۔ اور اس سے انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی فائدہ پہونچے جیساکہ اس عاجز کا دل چاہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالْاِخْلَاصِ وَالنِّيَّةِ

یعنی اے اللہ! تو ہم کو توفیق عطا فرما اُس قول و فعل اور اخلاص اور نیت کی جس کو تو دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے

محمد کمال خاں ولد محمد ابراہیم خاں الحسنی الحنفی مذہباً والچشتی القادری مشرباً۔ ساکن محلہ قدیم ہتھیار بٹی۔ قریب مسجد مولوی ولی الدین صاحب مرحوم۔

نقل حضرت موسیٰ علیہ السّلام

تبرکاً و تیمناً اس رسالہ کی ابتدا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السّلام کی اس نقل کے ساتھ کی جاتی ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے ایک چھپکلی کی خطا سے پانی کے چند قطرے آپ کے جسم اطہر پر گرے۔ آپ نے سر اٹھا کے دیکھا تو منکشف ہوا کہ چھپکلی کی خطا سے یہ قطرے گرے ہیں۔ حضرت نے جناب باری میں عرض کی کہ اے بار الٰہ چھپکلی کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ چھپکلی بھی ہم سے ہر روز یہی پوچھتی رہتی ہے کہ موسیٰ کو خلق فرمانے کی کیا حاجت تھی۔

اس قصہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے کسی چیز کو جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا؟ نہیں بے کار نہیں پیدا کیا ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آں اندر دلش انداختند

اور اسی کام کی رغبت اسکے دل میں ڈالدی ہے	ہر ایک کو ایک جدا گانہ کام کیلئے بنایا ہے

بلکہ ہر ایک کو ایک کام اور غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔
اس موقع پر دوسری مخلوقات کی پیدائش سے کوئی بحث نہیں۔ صرف انسان کی خلقت سے بحث کی جاتی ہے

انسان کیا ہے؟

لفظ انسان کی معنی قبل اس کے کہ اس سوال کا جواب ادا کیا جائے پہلے لفظ انسان کے معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ انسان کے مفہوم میں غلطی نہ ہو۔
انسان قبل پیدائش کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر کچھ تھا تو صرف جامعیت صفات و کمالات الہی کا سر تھا۔ اور تتمہ خلقت کائنات کا اصل اصول تھا۔

ڈبویا مجھکو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہوتا	نتھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہوتا تو خدا ہوتا

انسان لفظ اُنس سے جس کے معنی محبت کے ہیں مشتق ہے۔ اور عرف عام میں اس ہیولے و ہیئت انسانی کا نام انسان رکھا گیا ہے، جو اپنی جنس و نوع سے مرکب ہے۔ اور
لغت میں انسان کے معنی مردمک یعنی آنکھ کی

پتلی کے ہیں۔ اور
طریقت میں انسان یا آدمی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں اس ہیولے یا گوشت پوست سے مراد نہیں لی گئی ہے۔ بلکہ اس کے معنی دید کے بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

آدمی دیداست باقی پوستست	دید آنست آنکہ دید دوستست
آدمی آنکھ ہے۔ باقی پوست	اور آنکھ وہی ہے جو اپنے دوست کو دیکھے
آنکہ دید دوست نبود کور بہ	دوست کو باقی نباشد دور بہ
جو آنکھ دوست کو نہ دیکھے اسکا اندھا رہنا بہتر ہے	جو دوست باقی رہنے والا نہو اسکا دور رہنا بہتر ہے

یہاں تک تو لفظ انسان کی تحقیق ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ

انسان کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کی خلقت کس طور پر واقع ہوئی

فرقان حمید میں ارشاد باری تعالے ہوتا ہے
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کہ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز سے پر۔

خدا انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے

اور دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دلی خیالات تک سے واقف ہیں۔ اور ہم (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

انسان خدا کا بھید ہے

حدیث قدسی ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّهٗ۔ انسان میرا بھید ہے۔ اور میں اس کا بھید ہوں۔

انسان دونوں جہان کا آئینہ ہے

انسان دونوں جہان کا آئینہ ہے اور اس میں کل کائنات کی پوری پوری نشانیاں مجمل طور پر موجود ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ اپنی اس رباعی میں فرماتے ہیں ؎

اے نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی	وے آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
اے انسان کہ تو نامہ الٰہی کا نسخہ ہے	اور جمال شاہی ذوالجلال کا آئینہ ہے
بیروں ز تو نیست ہر دو کون چیزے	درخود بنگر ہر آں چہ خواہی کہ توئی
دونوں جہان کی کوئی چیز تجھ سے باہر نہیں ہے	جس چیز کی تو خواہش کرے وہ تجھی میں ڈھونڈ

اور حضرت مولانا علیہ الرحمۃ یہ بھی فرماتے ہیں ؎

ایں بصورت عالم اصغر توئی	ہم بمعنی عالم اکبر توئی
انسان صورت ظاہری یعنی باعتبار جسم [illegible]	لیکن حقیقت میں باعتبار روحان اور لطائف [illegible]

اسی طرح جامی علیہ الرحمۃ بھی اپنی ایک رباعی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں ؎

آدمی چیست برزخِ جامع	صورت خلق و حق درو واقع
انسان ایک ایسا برزخ جامع ہے	کہ جو بصورت مخلوق مظہر انوار الٰہی ہے
متصل با حقائق ملکوت	مشتمل بر دقائق جبروت
ملکوت کی حقیقت کے ساتھ ملا ہوا ہے	اور عالم جبروت کی باریکیوں پر شامل ہے

اور حضرت سعدی علیہ الرحمۃ یہ فرماتے ہیں ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است	از فرشتہ سرشتہ و ز حیوان
انسان بھی ایک عجیب طرح کا معجون ہے	کہ جنکی خلقت میں حیوانی اور ملکوتی خمیر موجود ہے
گر کند میل ایں شود کم ازیں	ور کند قصد آں شود بہ از آں

اگر یہ حیوانیت کی طرف میلان کرتا ہے تو حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ ملایک کا ارادہ کرتا ہے تو اُن سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

انسان کیوں پیدا کیا گیا؟

انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے

اب جبکہ انسان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کیوں پیدا کیا گیا ہے۔

کلام پاک میں ارشاد حق سبحانہ تعالیٰ ہوتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر عبادت کے لئے۔

نیز ایک مشہور حدیث قدسی میں جس پر تمام علماء و عرفاء ربانی کا اتفاق ہے ارشاد ہوتا ہے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ بِہٖ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ اپنے تئیں پہچنواؤں۔ پس میں نے عالم کو پیدا کیا۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے پہچانا جاؤں۔ چنانچہ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید	قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند
آسمان امانت الٰہی کو نہیں اٹھا سکے	اس لئے قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام پر ڈالا گیا

امانت الٰہی چنانچہ حضرات صوفیائے کرام مثلاً حضرت مولانا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ترجمہ ہم نے امانت (جو انسان پر ہے) آسمانوں پر اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (اور یہ بوجھ ان پر لادنا چاہا) جو انھوں نے (بزبان حال) اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور آدمی نے (گویا ارادتاً بے تامل) اس کو اٹھالیا۔ اس میں شک نہیں کہ (وہ اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم (تھا اور ظالم ہونے کے علاوہ) بڑا ہی نادان (بھی) تھا۔ امانت سے محبت الٰہی مراد لی ہے۔ اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں ؎

کرد فضلِ عشق انساں را فضول	زیں فزوں جوئی ظلوم ست جہول
عشق کی فضیلت نے انسان کو حریص بنایا	اس زیادہ طلبی سے وہ ظلوم وجہول ٹھہرا
با محمد بود عشق پاک جفت	زیں سبب او را خدا لولاک گفت
حضرت صلعم سے خاص ذات احدیت مطلقہ	اسلئے آپکی شان میں لولاک لما خلقت الافلاک
پیر عشق تست نے موئے سپید	دستگیر صد ہزاراں ناامید
پیر حقیقت میں عشق ہے نہ کہ سفید بال والا	دستگیری کرنے والا ہزاروں ناامیدوں کا

عاشقی پیداست از زاری دل	نیست بیماری چو بیماری دل
دل کی زاری عشق کی غماز ہے	دل کی بیماری سی کوئی بیماری نہیں ہے
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	عشق چوں در سینہ منزل گرفت
بس اللہ ہی باقی رہا۔ باقی سب فنا ہو گیا	جب کسی سینہ میں عشق نے مقام کیا
خویش را تعلیم کن عشق و نظر	کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپکو عشق و نظر یعنی غور و فکر کی تعلیم کر	کیونکہ اس کا اثر ایسا ہوتا ہے جیسے کہ پتھر کی

انسان کی حقیقت جامعیت کے متعلق حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی شرح

مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے

انسان کی حقیقت جامعیت کی جو شرح نظم میں حضرت عارف قیومی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کی مثنوی معنوی کی ان دو بیتوں یعنی

بشنو از نے چوں حکایت میکند	وز جدائیہا شکایت میکند
نے کی حکایت کو سن	کہ وہ جدائیوں کی شکایت کر رہی ہے
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
یعنی جب سے کہ بن سے مجھکو کاٹا گیا ہے	میری درد انگیز لے سے زن و مرد گریاں

کے متعلق فرمائی ہے۔ اور جس کو حضرت سند المستند المتقدمین وفخر المتاخرین ملک العلماء المتبحرین فی ارض الہند اعنی مولانا

محمد عبد العلی صاحب بحر العلوم انصاری لکھنوی نے اپنی شرح
مثنوی شریف میں نقل فرمایا ہے اُس کو اس مقام پر بتمامہ
ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک طالب حقائق کو حضرت
انسان کی جو کہ خلیفۃ الرحمٰن ہے حقیقت، وعظمت کما ینبغی
معلوم ہو جائے۔ اور وہ شرح منظومہ یہ ہے۔

چیزا روزے کہ پیش از روز و شب
رات اور دن کے مقرر ہونے سے پہلے کا

فارغ از اندوہ آزاد از طلب
کہ جس میں نہ غم تھا نہ طمع اور نہ خواہش

متحد بودیم باشاہ وجود
سلطان واجب الوجود کیساتھ ہم سب

حکم غیریت بکلی محو بود
دوئی کا اعتبار مطلق نہ تھا

بود اعیان جہاں بے چند وچون
عالم موجودات کی صورتیں کم وکیفیت سے

ز امتیاز علمی و عینی مصئول
جاننے اور دیکھنے کی تمیز سے معرا تھیں

نے بلوحِ علم شاں نقشِ ثبوت
نہ لوح علم پر اُن کا نقش ثبوت پیدا تھا

نے زفیضِ خوانِ ہستی خوردہ قوت
اور نہ ہستی کے خوان سے اُنکو کوئی غذا ملی تھی

نے زحق ممتاز و نے از یکدگر
وجود حق سبحانہ تعالے سے کوئی جدا

غرق در دریائے وحدت سر بسر
بلکہ دریائے وحدت میں سبھی یکساں غرق

ناگہاں در جنبش آمد بحر جود
یکایک واجب الوجود کا دریائے رحمت جوش میں آیا

جملہ را در خود زخود پیدا نمود
اور کل موجودات کو اپنے سے اپنے اندر پیدا کیا۔

[illegible]

امتیاز علمی آمد درمیاں
جب تمیز علمی پیدا ہوئی
واجب و ممکن زہم ممتاز شد
واجب الوجود اور ممکن الوجود جو
بعد ازاں یک موجِ دیگر زد محیط
اس کے بعد ایک دوسری موج محیط سے
موج دیگر زد پدید آمد عیاں
اور ایک دوسری موج ایسی ظاہر ہوئی
پیش آں کو زمرۂ اہل حق است
جن لوگوں کو اہل حق کہتے ہیں انکے نزدیک وہاں
موج دیگر باز درکار آمده
پھر ایک تیسری موج کام آئی
جسم ہم گشت است طوراً بعدِ طور
جسمانیات کا ظہور زینہ بزینہ - درجہ بدرجہ
نوعِ آخر آدم است و آدمی
عالم اجسام کے آخری درجہ کا نام عالم
بر مراتب سر بسر کرده عبور
اپنے اصلی مقام سے جدا ہو کر در عالم ناسوت عالم ہاہوت

بے نشانی را نشانہا شد عیاں
تو بے پتہ چیزوں کے پتے ظاہر ہو گئے
رسم و آئینِ دوئی آغاز شد
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دوئی (غیریت) کی
شوئے ساحل آمد ارواحِ بسیط
جس سے غیر مرکب بسیط روحیں کنارہ
برزخِ جامع میانِ جسم و جاں
کہ جس سے جسم اور جان دونوں کے درمیان
نامِ آں برزخ مثالِ مطلق است
اس برزخ کا نام مثال مطلق ہے
جسم و جسمانی پدیدار آمده
جس سے جسم اور جسمانیات پیدا ہو گئے
تا بنوعِ آخرش افتاده دور
یہاں تک کہ آخری قسم کا دور دورہ آگیا
گشتہ محروم از مقامِ محرمی
جو راز داری کے مقام سے جسکو غیب الغیب
پایہ پایہ زاصل خود افتاده دور
عالم لاہوت، عالم جبروت، عالم ملکوت

چوں نہ گردد زار مسکیں زیں سفر
کیوں کر نہ ہو اس سفر سے زار ایک مسکین

نے کہ آغاز حکایت می کند
نے جو اس داستان ہجر کو شروع کر رہی ہے

کز نیستانے کہ در وے ہر عدم
نیستان وحدت میں کہ جس میں ہر عدم یعنی

تا ز تیغ فرقتم ببریدہ اند
جب سے کہ میں مقام ہمرنگی سے جدائی کی

کیست مرد اسماء خلاق ودود
مرد کون ہیں وہ اسماء الٰہی ہیں

چیست زن اعیان جملہ ممکنات
اور عورتیں کیا ہیں وہ عالم ممکنات کی

چوں ہمہ اسماء و اعیاں بے قصور
چونکہ یہ کل اسما اور اعیان بے کم و کاست

جملہ را در ضمن انساں نالہا ست
اس لئے ہر ایک وجود انسانی میں

شد گریباں گیر شاں حب الوطن
وطن کی محبت ان کے گریبان گیر ہے

نیست از وے ہیچ کس مہجور تر
کیونکہ اس سے کوئی اور زیادہ دور افتادہ

زیں جدائیہا شکایت می کند
وہ اپنے اصلی مقام کے جدائیوں کی شکایت

رنگ وحدت داشت با نور قدم
نور قدم کیساتھ رنگ وحدت یعنی یکتائی رکھتا

از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
مرد اور عورتیں بھی میری آہ بھری لے سے گریاں ہیں

کاں بود فاعل در اطوار وجود
جو مراتب وجود میں کام کر رہے ہیں

منفعل گشتہ ز اسماء و صفات
جو اسماء و صفات سے اثر پذیر ہوتی ہیں

وار داند در رتبۂ انساں ظہور
انسان ہی کے مرتبہ میں ظہور کرتے ہیں

کہ چرا ہر یک ز اصل شاں جدا ست
اپنے مقام اصلی سے جدا ہو جانے کے

ایں بود ستر نفیر مرد و زن
اور یہی مرد و زن کی آواز نالہ کا بھید ہے

انسان کے سرّ الٰہی ہونے کی دلیل

اس موقع پر دوسری باتوں سے قطع نظر کر کے اگر صرف مردمک کی معنی کسی قدر صراحت سے بیان کر دئے جائیں تو خالی از افادہ نہ ہوگا۔

پس لغت میں مردمک یعنی آنکھ کی پتلی کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں اُس سے کیا مطلب ہے۔ یعنی یہ کہ پتلی کی اصل کون ہے ؟

کیا وہ لباس انسانی ہے ؟ نہیں۔

کیا جھاڑ پہاڑ ہیں ؟ نہیں۔

کیا زمین و آسمان ہیں ؟ نہیں۔

پس جب ان میں سے کوئی بھی اصل نہیں قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر یقیناً کوئی اور چیز ایسی موجود ہے جو اُس کی اصلیت رکھتی ہو۔ بھلا وہ کیا ہے ؟ اگرچہ وہ ایک راز کی بات ہے اور اُس کا بیان کرنا چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے۔ حضرات عُرفائ ربانی ہی اس رمز و سر کو کھول لنے اور بیان کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ لیکن تاہم یہ اُن کا خاکپا اس قدر عرض کرنے کی جرائت کرتا ہے کہ جیسا کہ حدیث قدسی اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ میں اوپر

مذکور ہو چکا ہے وہ حقیقت انسانی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

این کہ می بینی خلاف آدم است
یہ جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے یہ انسان نہیں ہے

نیست این آدم غلاف آدم است
یہ فقط انسان کا لباس ہے حقیقت اور ہے

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت گوشت۔ چربی اور چمڑے کا نام نہیں ہے

آدمیت جز لقائے دوست نیست
بلکہ خلاصہ معنی آدمیت کا دیدار الٰہی ہے

آدمی را آدمیت لازم است
آدمی کے لئے آدمیت لازمی امر ہے

عود را اگر بو نباشد ہیزم است
عود میں اگر خوشبو نہ ہو تو وہ لکڑی ہے

ذات الوہیت انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے

نیز نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے معنی کے اعتبار سے بھی یہ صاف ظاہر ہے کہ ذات احد کا مرکز اعظم حقیقت انسانی ہے۔ یعنی یہ کہ ذات الوہیت کی نزدیکی ازلاً و ابداً۔ اولاً و آخراً۔ ظاہراً و باطناً حقیقت انسانی کے ساتھ موجود ہے اسی لئے النفس انسانی کی معرفت گویا ذات واجب کی معرفت ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے پہچان لیا اپنے کو اس نے پہچان لیا اپنے رب کو۔

نفس سے مراد نفس کلّی حقیقت انسانی ہے۔

یہاں نفس سے مراد نفس کلّی حقیقی ہے کہ جس کے پہچاننے پر حضرت رب کا پہچاننا موقوف رکھا گیا ہے۔ اور وہ نفس حقیقی حقیقت انسانی ہے جس کی نسبت حضرت مولانا علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں ؎

گفت این پیغمبریں را شرح ساخت — ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت

حضرت پیغمبر صلعم نے یہ فرمایا اور شرح — کہ جس نے پہچان لیا اپنے کو اُس نے

حصول معرفت کا طریقہ

معرفت الٰہی کا یہ طریقہ ہے کہ انسان پہلے اپنے کو پہچانے۔ بعدہٗ اپنے رب کو پہچانے کیونکہ مقام تشبیہ میں ظلِ احدیت حقیقت انسانی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

در بشر روپوش گشتہ آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب

انسان کے لباس میں آفتاب صفات — اس نکتہ کو سمجھ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت امر

آفتاب معرفت را نقل نیست — مشرق او غیر جان و عقل نیست

آفتاب معرفت الٰہی کو نقل و حرکت نہیں ہے — اور اس کے طلوع کا مقام انسان کی

سبحان اللہ ان تمامی افضال و اکرام خداوندی کا جو انسان کے شامل حال ہیں جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے ؎

گر بہر موئے من باشد زباں	شکر ہائے تو نیاید در بیاں
اگر ہر ایک بال کو زبان ہو جائے	اور وہ کل اسکا شکر ادا کریں تو ادا

پس ایسی حالت میں انسان پر خدا اشناسی نہ صرف

از روئے طریقت انسان پر خدا اشناسی فرض ہے	واجب ہوئی بلکہ از روئے طریقت جیسا کہ حضرت

مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

خود شناسی فرض باشد آفلاں	کارِ دیگر ہیچ پوچ و ہیچداں
اپنے آپ کو پہچاننا فرض ہے	اور دوسرے کام بیہودہ اور فضول ہیں
خود شناسانند مردانِ خدا	ہر زماں با خویش باشند آشنا
اپنے آپکو پہچاننے والے عاشقانِ خدا ہیں	اور وہی ہر وقت اپنی حقیقت سے باخبر رہتے ہیں
خود شناسی مایۂ عرفاں بود	چوں فنا گشتی ہمہ سبحاں بود
اپنے آپ کو پہچاننا عرفان کی پونجی ہے	جب تو فنا ہو جائیگا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے

فرض ثابت ہوتی ہے۔ اور اس طرح جس نے اپنی زندگی کی ساعتوں بلکہ سانسوں کو غنیمت جان کے اور اپنی اصلیت کو نہ بھول کے جلد سے جلد معرفت حاصل کرلی وہ نہ صرف بینا بلکہ عارف باللہ ہو گیا۔ حضرت مولانا رح فرماتے ہیں ؎

زیں سبب فرمود شاہ دو جہاں	چشم باشد مو بموئے عارفاں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے	کہ عارف ربانی کے بال بال آنکھ ہو گئی ہے
چشم عارف شد امان ہر دو کون	عارفاں پیدا شدند از بہر عون
دونوں جہان کے امان کا باعث عارف کی آنکھ ہے	اور عرفا مدد کے لئے پیدا ہوئے ہیں

سبحان اللہ بحمدہٖ ۔ سبحان اللہ العظیم ۔ حضرت میر درد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب آنکھ نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ	جب آنکھ ہوئی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

معرفت سے محروم رہنا گویا دونوں جہانیں اندھا ہو کر رہنا ہے	اور جو بھول بیٹھا وہ بموجب اس ارشاد باری تعالیٰ

کے کہ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ۰ جو یہاں اندھا ہو کے رہا ۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہو کے رہے گا ۔ نیز کمالاتِ انسانی کے دائرہ کے باہر بھٹکتا رہا ۔ اور اپنے مرکز پر پہونچنے سے محروم رہ گیا ۔ اور غافل و خائن ہو کے رہا ۔

انسان اپنی کچھ قدر نہیں کرتا لیکن کمال افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی کچھ قدر نہیں کرتا ۔ اور اپنی اصلیت کو بھول کے اس سے بہت دور جا پڑا ہے ۔ اور اپنی غرض خلقت کو پورا کرنے کی جانب مطلق ملتفت نہیں ہوتا ۔ الّا

من وفقہ اللہ۔ مگر جس کو اللہ توفیق بخشے۔

جملۂ اضافی اس امر سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ خدائے پاک کائنات کے ظہور و عدم ظہور سے بالکل مستغنی تھا لیکن جب اس کی محبت ذاتی اس کی عبادت و معرفت کے متعلق جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے متقاضی ہوئی تو اُس نے وجود انسانی کو اپنے مقصد عبادت و معرفت ذاتی اور محبت جامعہ کے حصول کے لئے آئینہ قرار دیا اور انسان کے کمالات و مدارج و شرافت کو ظاہر کرنے کے لئے کائنات کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جملہ عالم را بقدرت آفرید — آدمی را از محبت آفرید

قدرت الٰہی نے اپنی قدرت سے — اور انسان کو خاص اپنی محبت سے

مقصد و مقصود ایجاد جہاں — محرمانِ خاص بزم دلستاں

معشوق کی بزم کے محرم خاص — (عاشق) آفرینش عالم کی غایت ہیں

عبادت یعنی نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز سے زیادہ پیاری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اُن کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ اور اُن کے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ سو جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اُس نے دین کو ٹھیک رکھا۔ اور جس نے اس ستون کو گرا دیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین برباد کر دیا۔ اور حضرت نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی۔ اور نمازیوں کے ہاتھ۔ پاؤں اور مُنھ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے۔ اور حضرت نے فرمایا ہے کہ نمازیوں کا حشر قیامت کے دن نبیوں اور شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا۔ اور بے نمازیوں کا حشر فرعون اور ہامان اور قارون ان بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔ اس لئے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے۔ اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ مجنون اور چھوٹی لڑکی اور

لڑکا جو ابھی جوان نہ ہوئے ہوں۔ ان کے علاوہ باقی سب مسلمانوں پر نماز فرض ہے۔ لیکن اولاد جب سات برس کی ہو جائے تو ماں باپ کو حکم ہے کہ اُن سے نماز پڑھوا دیں اور جب دس برس کی ہو جائے تو مار کر پڑھوا دیں۔"

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گر نباشد زندگی در بندگی	مردنت بہتر ازیں بد زندگی
جو زندگی بغیر عبادت الٰہی کے گزرے	تو ایسی بد زندگی سے تو مر جانا ہی بہتر ہے

اصلِ اُصول یا نفس نماز کیا ہے؟	عبادت کا اصل اصول یا نفس نماز صرف یادِ الٰہی و

ذکر قلبی و نیز اظہار آداب عبودیت امر نبوی ہے۔ یعنی یہ کہ تمام فرائض و شرائط و سنن و مستحبات جو متعلق بہ نماز ہیں بوجہ عذر شرعی مثلاً بیماری وغیرہ اگرچہ کسی طور سے بھی ادا نہ ہو سکیں۔ لیکن تاہم نفس نماز یعنی یادِ الٰہی و ذکر قلبی جو قطع تعلق ماسوا اللہ کے ساتھ ہو کسی طرح فوت نہ ہونے پاوے۔ چنانچہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بر زباں مُہر است و در دل رازہا	لب خموش و دل پُر از آوازہا
زبان پر مہر ہے اور دل بھید وں سے معمور ہے	لب خاموش ہیں اور دل آوازوں سے پر ہے

اور یہ معلوم رہے کہ تصوف میں اسی نماز کو نماز باطنی کہتے ہیں جس میں حضرات صوفیائے کرام و عرفائے انام آٹھوں پہر علاوہ پنجگانہ نماز مقررہ کے مصروف و مشغول رہا کرتے ہیں۔ اور اسی کا نام صلوٰۃ دائمی ہے نیز آخری وقت پر جو بڑا ہی سخت اور امتحان کا ہوتا ہے یہی اختیاری نماز بکار آمد ہوتی ہے۔ شیخ ابراہیم ذوق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اسے غافلو قضا سمجھو

اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

غفلت از حق یک زماں صد گدا	عارف از وے نیست غافل یک زماں
حق تعالےٰ سے ایک دم کی غفلت سو برس کی	اور عارف باللہ اس سے ایک دم بھی

لیکن نماز موصوفہ کی لذت بغیر حضرت رب کی معرفت اور اُنس و محبت کے کہ جس سے انسان مشتق ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

اس شراب کی لذت بغیر چھکنے کے نہیں محسوس ہو سکتی

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بادشاہانِ جہاں از بدرگی
دنیا کے بادشاہوں نے اپنی بدی سے کئے
ورنہ ادہم وار سرگردان دو نگ
نہیں تو وہ ابراہیم بادشاہ کی طرح حیرا

بو نہ بردند از شرابِ بندگی
شراب بندگی کی لذت کو محسوس نہیں کیا
ملک را برہم زدندے بے درنگ
اپنے اپنے ملک کو خیرباد کردیتے

صرف کلمہ طیبہ کے پڑھ لینے سے ایک کافر پاک و طیب ہوجاتا ہے

یہاں ایک اور بات بیان کردینے کے لایق معلوم ہوتی ہے جو سمجھنے اور غور کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جس سے حضرات عرفائے ربانی کی بزرگی و عظمت ظاہر ہوسکتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر کوئی ساٹھ یا ستر یا اسی سال کا کافر یا مشرک بخلوص نیت ایک مرتبہ کلمہ طیبہ کو پڑھ لیتا ہے۔ بحالیکہ اس میں بجز اس امر کے اظہار کے کہ خدا اور اس کے رسول برحق ہیں اور کچھ نہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ از روئے شریعت بالکل پاک و طیب ہوجاتا ہے۔ اور یہ سمجھے لیا جاتا ہے کہ وہ گویا ابھی ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو جب صرف اسکے پڑھ لینے سے انسان کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے تو غور کرنے کا مقام ہے کہ جو اسم کے ساتھ مسمٰی کو بھی پالیتا اور پہچان لیتا ہوگا اس کو کیا کچھ منہ اعلیٰ و ارفع مدارج و مراتب حاصل ہوتے ہوں گے۔

علم خدائے بزرگ و برتر نے انسان کو علم اس وجہ سے دیا ہے کہ اُس کو جانے اور پہچانے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

آدم خاکی زحق آموخت علم
انسان نے حق سبحانہ تعالےٰ سے علم

تا بہ ہفتم آسماں افروخت علم
یہانتک کہ ساتوں آسمانوں کو اپنے علم

خاتم ملک سلیمانست علم
سلطنتِ سلیمانی کی انگوٹھی علم تھا

جملہ عالم صورت و جانست علم
تمام جہان صورت ہے اور اُس کی جان علم

علم ظاہر شرط باطن اے پسر
علم باطنی کے لئے علم ظاہری شرط ہے

شرط بے مشروط باطل سر بسر
اور شرط بغیر مشروط کے سراسر باطل ہے

چوں وضو شرط ست از بہر صلوٰۃ
نماز کے لئے وضو شرط ہے

شرط چوں شد فات خواں مشروط فات
جب شرط فوت ہو گئی تو مشروط بھی فوت

بصارت اور بصارت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ اسباب میں مسبب کو اور مصنوعات میں صانع کو پہچانے اور مشاہدہ کرتا رہے۔ اور خیال کرتا رہے کہ یہ اسباب اور مصنوعات از قسم شعبدہ بازی و طلسمات ہیں۔ اور کوئی قوت باطنی ایسی ہے جو اُن اسباب و مصنوعات

علہ - اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ المَشْرُوطُ۔

کی نقل و حرکت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار
عارفان ربانی کی نظر میں	سبز درختوں کا ایک ایک پتہ معرفت الٰہی کا

سماعت اور سماعت اس وجہ سے بخشی گئی ہے کہ جب کسی چیز یا شے مثلاً تار یا چوب یا پوست وغیرہ سے کوئی صدا سنائی دے تو یقین جانے کہ وہ آواز بذاتہٖ تار و چوب وغیرہ کی نہیں ہے بلکہ اُن کے خالق حقیقی کی ہے جیسا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

خشک تار و خشک چوب خشک پوست	خود بخود می آید ایں آواز دوست
خشک تار خشک لکڑی اور خشک پوست سے	خود بخود دوست کی آواز پیدا ہوتی
ایں ہمہ آوازہا از شہ بود	گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
یہ کل آوازیں شاہ کی ہیں	اگرچہ وہ بظاہر بندہ کے حلق سے نکلتی

عقل و ادراک وغیرہ اسی طرح عقل و ادراک وغیرہ اس واسطے عطا کئے گئے ہیں کہ وہ مذکورۂ بالا اُمور میں غور و فکر کو کام میں لایا کرے۔ اور اگر اُن قوتوں کو جو انعامات خداوندی ہیں بجا طور پر جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے استعمال

میں نہیں لایا جائے گا تو کفرانِ نعمت کا موجب ہوگا۔ اور

نعمتوں کے شکر کی برکتیں اور عدم شکر کی قبائح

نعمتوں کا کفران کرنا گویا سخت خائن ہونا ہے۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شکر منعم واجب آمد در خرد	ورنہ بکشاید در خشم ابد
عقلمند پر شکر منعم کا واجب ہے	ورنہ وہ غضب کا دروازہ ہمیشہ کے لئے
شکر نعمت نعمت افزوں کند	کفر نعمت از کفت بیروں کند
شکر نعمت کو بڑھاتا ہے	اور کفر نعمت کو چھینا دیتا ہے
شکر کن مر شاکراں را بندہ باش	پیش ایشاں مردہ شو پاینده باش
شکر کر اور شکر کرنے والوں کا غلام بنا رہ	اور ان کے آگے مرجا تاکہ تجھکو حیات جاوید

لیکن افسوس ہے کہ ایسے امور میں غور و فکر کرنے کا دستور ہی نہیں رہا۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جاں دستور نیست
بدن جان سے اور جان بدن سے علیحدہ	لیکن کسی کو جان کے دیکھنے کی عادت

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان نعمت معرفت سے محروم رہ کے تمام فضائل مذکورہ کو کھو بیٹھتا ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کو ناخوش کرکے عذاب الیم کا مستوجب ہو جاتا ہے۔

انسان کو اپنی اصلیت کے متعلق جو نسیان پیدا ہوا اُسکے کیا اسباب ہیں؟

جو چمن میں گزرے تو اے صبا یہی کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے

دنیا کے حاصل کرنے کیلئے انسان کی جد وجہد

انسان کو دنیا میں آنے کے بعد باعتبار حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس مقولہ کے کہ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ سب سے پہلے جو دھوکہ اور بھول چوک واقع ہوئی وہ یہ کہ اُس نے نیست کو ہست اور ہست کو نیست سمجھ لیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی پوری توجہ دُنیا ہی کی طرف مبذول کرکے اور اپنی فہم و فراست اور کمال دانائی وعقلمندی کو کام میں لاکے دنیا میں وہ ہل چل مچا دی اور ایسے ایسے نمایاں کام کئے کہ جن کو دیکھ کے طبیعت عش عش

عش کرنے لگتی ہے۔ دُنیا کے تمام علوم وفنون کو اُس نے حاصل کیا۔ دنیا کو جتنی چیزوں۔ جتنی اختراعوں۔ جتنی ایجادوں۔ جتنی مشینوں اور جتنی کلوں وغیرہ کی ضرورت تھی اُن سب کو اُس نے ایجاد و اختراع کرکے پورا کر دیا۔ اور ہر ایک کام کو جو بدرجہ غایت مشکل اور ناممکن سمجھا جاتا تھا اُس کو نہایت ہی آسان و ممکن کرکے دکھا دیا۔ نیز اُس نے اپنی حکومت زمین پر ہی محدود نہیں رکھی بلکہ پانی پر۔ ہوا پر۔ اور آگ وغیرہ تک پر بھی قائم کرکے ہمچو ما دیگرے نیست "کا جس کی شان فی الواقع ایسی ہی بلکہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھی ہوئی ہے مصداق بنا بیٹھا ہے جس کے لئے وہ جس قدر فخر کرے بجا و زیبا ہے۔

بریں ہم یہ مانا کہ انسان کے مذکورۂ بالا تمام کام اور تمام کارگزاریاں بلاشبہ لائق ستائش اور قابل تعریف ضرور ہیں۔ اور اُن کی بدولت اُس نے دنیا کو بے انتہا و بیشمار فائدے پہونچا کے خاطرخواہ شہرت و ناموری اور ستخروی حاصل کرلی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب انسان کے مقصد خلقت کے نقطۂ نظر سے دیکھا

اور غور کیا جاتا ہے تو اس کی نادانی اور غفلت پر بوجوہ ذیل اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔

انسان نے اپنے نفس کی معرفت نہیں حاصل کی

(۱) انسان نے دنیا جہان کے تمام علوم و فنون تو حاصل کر لئے۔ مگر اپنے نفس کی معرفت حاصل نہیں کی نہ اس امر پر غور کیا کہ صانع حقیقی نے اس دو گز کے پتلے کو اپنی قدرت کاملہ کو کام فرما کے کیسے کمال صنعت کیا تھ ڈھالا اور بنایا ہے۔ اور اس کے وجود کی بنیاد فی الواقع کسی صنعت وغیرہ پر موقوف ہے۔ یا آنکہ خدائے قدیر کی قدرت کاملہ کے صرف بھیدہای بھید پر مبنی ہے۔ اور یہ وہ کیا ہے؟ کیوں کر ہے؟ اور اس کے یہاں بھیجے جانے کی غرض کیا ہے؟ اور یہاں سے مدت مقررہ کے بعد پھر کہاں جائے گا؟

انسان نے اپنی عمر کے متعلقہ حساب کو نہ جانا۔

(۲) انسان نے فن حساب میں انتہا درجہ کی دستگاہ تو حاصل کر لی۔ اور وہ ہر ایک حسابی مسئلہ کو عام اس سے کہ وہ کیسا ہی اہم اور پیچیدہ سا پیچیدہ کیوں نہ ہو

چٹکی بجاتے میں حل کر لیتا ہے۔ لیکن حیف کی بات یہ ہے کہ بلحاظ اس حدیث شریف کے کہ حَاسِبْ نَفْسَكَ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبَ یعنی فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حساب کر لے تو اپنے نفس کا قبل اس کے کہ تجھ سے حساب لیا جائے قیامت میں۔ اپنی عمر کے متعلق حساب کو نہ سیکھا اور نہ اس امر سے مطلع ہونے کی فکر کی کہ اس کی گزشتہ عمر کس قاعدہ حساب سے کیوں کر گزری۔ اور اب فی الوقت کس حساب سے گزر رہی ہے۔ اور آئندہ کیسے گزرے گی۔

(۳) انسان نے اپنی ہمت دلیرانہ

انسان نے اپنے وطن اصلی کے مقامات کے عروج و نزول کی سیر نہیں کی

اور کوشش مردانہ کو کام میں لا کے شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک خواہ ریل کے ذریعہ سے۔ خواہ ہوائی جہاز کے وسیلہ سے یا اپنے لمبے لمبے پاؤں سے طے مسافت کر کے دنیا جہان کے چپہ چپہ زمین کی تو سیر کی اور تمام مقامات اور ممالک کا نقشہ جس کو جغرافیہ کہتے ہیں مرتب و تیار کیا۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ

اپنے وطن اصلی کے مقامات کے عروج ونزول کی جن کو اصطلاح تصوف میں تنزلات ستہ[علہ] کہتے ہیں سیر نہیں کی۔ جہاں کہ وہ اپنے ظہور سے پہلے بے شبہ بے کیف وبے نمونہ تھا۔ بعدہٗ نمونہ بنا۔ اور بے صورتی سے صورت میں آیا۔ یعنی بصارت۔ سماعت۔ کلام۔ علم۔ حیات۔ قدرت اور ارادہ کی صفات سے متصف

علہ۔ (۱) عالم ہاہوت۔ ذات من حیث الذات ہی ہی۔ بلا اعتبار صفات منقطع الاشارات غیب الغیب۔ غیب المکنون۔ غیب المصئون۔

(۲) عالم باہوت۔ ذات من حیث الوجود۔ والعلم۔ والنور۔ والشہود۔

(۳) عالم لاہوت۔ ذات من حیث اثبات الصفات السبعہ بصارت۔ سماعت۔ حیات۔ قدرت۔ علم۔ ارادہ۔ کلام۔ وجمیع صفات کاملہ الوہیت۔

(۴) عالم جبروت۔ تجلی اول۔ باعتبار مرتبۂ احدیت۔ روح اعظم۔ فیض مقدس۔ نور مطلق یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) عالم ملکوت۔ تجلی ثانی۔ باعتبار مرتبہ وحدت۔ ارواح لطیفہ مظاہر اعیان ثابتہ مرتبہ امتیاز علمی درمیان صور علمیہ۔

(۶) عالم ناسوت۔ تجلی ثالث۔ باعتبار واحدیت مرتبہ شہادت ومرتبہ امتیاز

(۷) عالم انسان کامل کہ مرتبہ جامعیت جمیع مراتب مذکورہ۔

ہوا۔ پھر وہاں سے جدا ہوکے اور مقامات مذکورہ کو نوبت بنوبت طے کرکے اس عالم ناسوت میں آموجود ہوا ہے اور اس سے زیادہ یقین کی کوئی اور بات نہیں ہے کہ جس طرح وہ یکایک عدم سے وجود میں آیا ہے۔ اسی طرح معدوم بھی ہو سکے رہےگا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صورت از بے صورتی آمد برون — باز شد انا الیہ راجعون

صورت بے صورتی سے ظاہر ہوئی — پھر بتحقیق گم ہو جاوے گی اور مقامات الٰہی میں

صورتے از پردہ آمد عیاں — باز اندر پردہ خواہد شد نہاں

جو صورت پردہ غیب سے ظاہر ہو — پھر وہ دوبارہ پردہ غیب میں چھپ جاوے گی

پس جب انسان اُن امور سے جو متعلق بہ بقا ہیں بالکل مطلق رہا تو معلوم ہوا کہ اُس نے فناپذیر امور کے متعلق جو کچھ جانا بوجھا۔ جو کچھ سیکھا سکھایا۔ جو کچھ پڑھا پڑھایا وہ کل کا کل نتیجہ کے اعتبار سے بےکار ثابت ہوا۔ چنانچہ اس بیان کی تائید میں حکیم بوعلی سینا کا جو کہ بیشتر علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھا وہ مقولہ جو اس

حکیم بوعلی سینا کا معرفت حضرت رب سے محروم رہنے پر اظہار رنج و افسوس

نے بوقت نزع بیان کیا تھا۔ اور جس کو شیخ کامل حضرت میر حیات صاحب میسوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مصباح الحیات میں نظم فرمایا ہے نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ؎

بو علی جو علم و فن کا تھا امام
جبکہ آیا موت کا اس کو پیام

آکے پوچھا دوستوں نے بھائی جان
راز جو سینہ میں ہے کیجے بیاں

بو علی رو رو کے یوں کہنے لگا
علم و فن سینہ سے سب جاتا رہا

کاش ہوتی زندگی میں یہ خبر
میں نہ حاصل کرتا یہ علم و ہنر

معرفت مجھکو نہیں حاصل ہوئی
حیف اب جاتا ہے جاہل بو علی

کاش انسان اول الذکر امور میں کامیابی حاصل کرنیکے ساتھ آخر الذکر امور میں بھی کامیابی حاصل کرلے تو دنیا کی طرح دین میں بھی سرخروئی حاصل کرے۔

بہرحال اب بھی جبکہ حیات باقی ہے۔ اور حضرت رب کو منظور رہو۔ اور انسان اپنی غرض خلقت پر غور و فکر کرے۔ اور اس کو سوچے سمجھے تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کا حاصل ہونا یقینی امر ہے۔

لیکن کیفیت یہ ہے کہ جب انسان دنیا میں آیا

انسان کا مکروہات دنیا اور اپنے جسم کی پرورش میں انہماک

اور اس نے آنکھیں کھولیں اور دنیا کو دل لبھانے والی اور چمکیلی چیزوں سے آراستہ و پیراستہ دیکھا تو سمجھا کہ بس وہ محض دنیا کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ اور اگر کچھ ہے تو صرف یہی ایک دنیا ہے۔ اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زال دنیا کی نمائش پر لٹو بنا ہوا ہے۔ اور دیوانہ وار اس کے حصول میں۔ اپنے جسم کی پرورش میں۔ لباس کی زینت میں۔ دوادارو کی فکر میں۔ اور آرائش و زیبائش میں پیدائش سے لیکے مرنے تک منہمک رہتا ہے۔ اور ان امور میں جو روپیہ خرچ کرتا ہے اس کی تعداد علیٰ قدر استطاعت و مقدرت صدہا۔ ہزارہا اور لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ یہ روپیہ صرف ایسے تن خاکی کی حفاظت اور

جسم کی کیفیت اور اسکا انجام

پرورش میں صرف ہوتا ہے جو سردی سے ٹھٹھر جاتا ہے گرمی سے پگھل جاتا ہے۔ آگ سے جل جاتا ہے پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ آلات حرب و ضرب سے کٹ جاتا ہے۔ اور جس میں صدہا بلائیں اور ہزارہا بیماریاں بھری

ہوئی ہیں۔ اور جس کو عالم وجود میں قدم رکھنے کی ساعت سے ہر وقت باد فنا کا خوف لگا رہتا ہے۔ اگر کچھ دن جیا بھی اور اس میں تیس چالیس یا انتہا سے انتہا ساٹھ ستر اسی برس کی عمر طبعی پائی بھی تو کیا بالآخر خاک میں مل جائیگا اور سنگ و گل کے برابر ہو جائیگا ؎

کیا ثبات اسکو کہ جسکی خاک سے بنیاد ہے	آج گر صرصر سے چھوٹا وہ تو کل برباد ہے

لیکن برین عقل و دانش بباید گریست اس چیز کی تر کے مزاج کی جانب جس کو روح کہتے ہیں۔ اور جس پر جسم کی ہستی کا دارومدار ہے کوئی توجہ مبذول نہیں کی جاتی۔ حالانکہ اس میں ایک پائی کا صرفہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اے کہ بر صورت تو عاشق گشتہ	چوں بروں شد جاں چرا اش ہشتہ
اے انسان کہ تو صورت عنصری کا پر عاشق	اور جب اس سے جان نکلجاتی ہے تو
نقش بر دیوار ہمچوں آدمیست	گو کہ از صورت مراد را چہ کمیست
تصویر انسان کی جو دیوار پر اتاری	وہ بعینہ اسی کے مماثل ہوتی ہے
جاں کم است آں صورت بتاب را	رو بجو آں گوہر کمیاب را
البتہ اس لیے رونق تصویر میں صرف	پس اس جان سکے نایاب ہونی کر ڈھونڈو

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس
جان ہو کے جان کو جان سے پہچان

جاں شناساں از عدد ہا فارغ اند
عارف جان تعداد اجسام کو شمار کرنے سے

پھر پاکاں ور درونِ جاں نشاں
پاکوں کی محبت کو اپنے دل میں جاں جگہ دیتے ہیں

یا زبینش شو نہ فرزندِ قیاس
دیکھنے والا بن نہ گمان کرنے والا

در حریم جانِ جاناں دل خوش اند
اور وہ حرم جانِ جاناں میں ہمیشہ قرب

دل مدہ الا بمہر سرخوشاں
اور بجز صاحبدلوں کے اور کسی کی محبت میں دل نہ دے رہتا ہے اور صاحب دلوں کے ساتھ ہمیشہ خوش رہتا ہے

غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ سارا سبب صرف غفلت و نسیان کا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان اپنی ساری عمر غفلت ہی غفلت میں گزار دیتا ہے۔ انسان اگر دنیوی حیثیت سے خوش قسمت سمجھا جائے اور اس کو

انسان اپنی عمر کے تینوں زمانوں کو غفلت میں گزار دیتا ہے

عمر طبعی ملے تو اس کی عمر تین زمانوں میں تقسیم ہو سکتی ہے (۱) عالم طفلی۔ (۲) عالم شباب۔ (۳) عالم پیری۔

عالم طفلی عالم طفلی تو قابل لحاظ و تذکرہ نہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ محض احتیاج و پرورش اور کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے

عالم شباب اور اس عالم کے ختم ہونے کے بعد جب انسان عالم شباب کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو

خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ناچ رنگ اور لہو لعب اور خرافات میں مبتلا رہنے کے سوائے اُس کو اور کچھ نہیں سوجھتا۔ گویا عالم جوانی پورا غفلت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اللہ اللہ

عالم پیری

کرکے عالم پیری آموجود ہو جاتا ہے۔ اس سن میں تمام قویٰ میں ایک بڑی حد تک ضعف آجاتا ہے۔ اور ہر عضو میں درد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح کل اعضا میں انحطاط پیدا ہو جانے سے پیری کچھ اس درجہ گھیر کے بٹھا دیتی اور کمزور کر دیتی ہے کہ جس سے چلنا پھرنا۔ اٹھنا بیٹھنا دوبھر اور مشکل ہو جاتا ہے۔

اس جگہ حضرت میرزا نصیر الدین حیدر صاحب گورگانی مرحوم و مغفور کی (جو کہ خاندان تیموریہ کے ایک واجب التعظیم رکن رکین تھے۔ اور نہایت قابل اور شعر و سخن اور انشا پردازی میں درجہ امتیاز رکھتے تھے۔ اور واقعات غدر اور خاندان تیموریہ کے مجسم تاریخ تھے۔ اور تخمیناً تریسٹھ برس تک زندہ رہ کے تھوڑا عرصہ ہوا بمقام حیدر آباد رحلت فرما گئے) ایک رباعی

درج کی جاتی ہے۔ جس میں بڑھاپے کا کیا خوب نقشہ کھینچ کے دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

آنکھیں ہیں نکمی کہ بصارت نہ رہی
ہر عضو ہے بیکار کہ طاقت نہ رہی
کھانے کا مزا دانتوں کے ہمراہ گیا
جیتا ہوں مگر جینے کی لذت نہ رہی

انسان کا وقت اخیر

اس طرح پر جب وہ اس اخیر حالت کو پہونچتا ہے۔ یعنی موت اُس کی آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے۔ اور ہر طرح اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے تو اپنی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگتا ہے۔ اور زبانِ حال سے یوں گویا ہوتا ہے ؎

تو ہم[1] نے رستہ بھلایا ہمیں
کہ فانی کو باقی دکھایا ہمیں
ہے اُستادِ کامل کی کاریگری
کہ خالی بھی مٹھی دکھا دی بھری
پڑے بے خبر ہائے سوتے رہے
عبث نقد اوقات کھوتے رہے
کھلا بھید ہم کو نہ اس بات کا
کہ ہے یہ تماشا طلسمات کا
نہ سمجھے کہ ہے شعبدہ یہ جہاں
نیا سوانگ ہوتا ہے ہر دم عیاں
عدم نے مچائی عجب دھوم دھام
سفر کو سمجھنے لگے ہم قیام
یہ تھا مرحلا جسکو سمجھے تھے گھر
مہیا کیا کچھ نہ زادِ سفر
جسے گل سمجھتے تھے نکلا وہ خار
خزاں بن کے آئی تھی فصلِ بہار

[1] منقول از مثنوی خواب و خیال[illegible]

مال و اولاد وغیرہ کے ساتھ محبت رکھنے کا نتیجہ

اس کے بعد وہ چوکنّا ہو کے حسرت بھری نگاہوں سے اپنی بیوی بچوں کی صورتوں کو جو اُس کو چاروں طرف سے گھیرے زار و نزار روتے رہتے ہیں ٹک ٹک دیکھنے لگتا ہے۔ اور بچوں کو گلے لگا کے اور رُو رُو کے کہتا ہے کہ "اے میرے پیارے بچو! افسوس ہے کہ اب میرا وقت اخیر آ پہونچا۔ میرے بچنے کی اب بظاہر کوئی امید نہیں پائی جاتی ہے"

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اے اللہ! اے میرے پاک پروردگار!! تو میرے ان معصوم بچوں کے حال پر رحم فرما کے میری حیات مستعار میں تھوڑی سی توسیع فرما دے تاکہ میری بیوی بچے اور مال و اسباب تباہ و برباد نہ ہونے پاویں ہے

یارب تری الفت کا جو دم بھرتے ہیں	وہ لوگ بھلا موت سے کب ڈرتے ہیں
مرنے کے لئے ہے یہ ہمارا جینا	افسوس ہے اس جینے پہ ہم مرتے ہیں

آہ! ان بچوں کی پرورش کیسے ہوگی۔ اور اُن کی نازبرداری کون کرے گا۔ نیز میرے مال کا جس کو میں نے

بڑی محنت اور تگ و دو سے اور فرائض مقررہ مثلاً حج ۔ زکوٰۃ اور دیگر اُمور خیراتی میں نہ صرف کر کے اور حتےٰ کہ خود تک بھی نہ کھا پی سکے جمع کر رکھا ہے نہ معلوم کیا حشر ہوگا اگر حسن اتفاق سے اولاد صالح اور نیک ہوئی تو خیر۔ ورنہ خدا معلوم وہ کس کے ہاتھ لگ جائے گا ۔ اور وہ اُس کی بدولت خوب گل چھرے اوڑاتے رہیں گے۔

اے اللہ! تو ایسا نہ کر مجھے مال کے ساتھ بڑی محبت ہے ۔ کاش قبر میں دو گز کفن کے سوائے کسی اور چیز کے لے جانے کا بھی دستور ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ میرے ہمراہ میرا کل مال بھی قبر میں دفنا دیا جائے ۔ اور بس ۔

نہایت غور و عبرت کا مقام ہے کہ جس دولت کو وہ جان سے زیادہ عزیز سمجھتا اور رکھتا تھا آج وہ اُس کے لئے عذاب ثابت ہو رہی ہے ۔ اور اولاد جس کو وہ مثل گُل کے تصور کرتا تھا آج وہ اس کے حق میں خار بن کے اس کے لئے سخت تکلیف کا موجب ہو رہی ہے ۔ اور یہ سب خدا کے اور اس کے درمیان حاجب ہو گئے آہ اس کو خدا سے غافل کرائے جا رہے ہیں ۔ ثم آہ ۔ ثم آہا ۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ محبت سوائے خدائے قدیر کے دنیا کی کسی چیز سے نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور دنیوی تعلقات کو توڑتے اور اُخروی تعلقات کو جوڑتے جانا چاہیئے۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کو مطلقاً خیرباد ہی کہدیا جائے نہیں۔ ہرگز نہیں شیخ طریقت حضرت سید ہاشم علی صاحب رح سکندرآبادی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں ؎

من نہ گویم جمع مال و زر مکن
ہم یہ نہیں کہتا کہ مال اور سونا جمع مت کر

جمع مال از بہر دیں دینداری است
دین کیلئے مال کا جمع کرنا دینداری ہے

گفت مولانائے رومی در کتاب
فرمایا حضرت مولانا رومی نے اپنی مثنوی میں

مال را گر بہر دیں باشی حمول
مال کو اگر دین کے لئے جمع کیا گیا

من نہ گویم کسب بحر و بر مکن
اور نہ یہ کہتا ہوں کہ دریا و خشکی پر اپنا قبضہ مت کر

حسن نیت در عمل بیداری است
اور عمل میں اچھی نیت کا رکھنا باعث قبولیت ہے

رحمت حق باد بر وے بیحساب
خدا کی بے انتہا رحمت اُنکی روح پاک پر نازل ہو

نعم مال صالح گفتش رسول
تو اسکی نسبت فرمایا رسول صلعم نے کہ وہ بہت اچھا ہے

بلکہ مقصود یہ ہے کہ دُنیا کے ساتھ اس غرض کو بھی پورا کیا جائے جس پر رسالہ ہذا مبنی ہے۔ یعنی یہ کہ دُنیا کے ساتھ ساتھ تذکیہ

نفس اور ترقی روح کی بھی کوشش کرنا چاہیئے جو بغیر محبت اللہ اور رسول کے کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی -

یکایک ملک الموت کا آکے انسان کی روح کو قبض کرنا

غرض یہ کہ وہ اسی قسم کے شیطانی وسوسوں اور خیالات میں منہمک رہتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کے حکم سے ایک فرشتہ جس کو ملک الموت کہتے ہیں یکایک اُس کے پاس پہنچ کے اُس کی رُوح قبض کر لیتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حقایق آگاہ حضرت حاجی قاری سید احمد سعید الدین صاحب بخاری کیا سچ فرماتے ہیں ؎

کل چلتے تھے اکڑے جو ملے عطر بدن میں	افسوس وہ لیٹے ہوئے ہیں آج کفن میں
سچ ہے کہ ہی عبرت کی جگہ گلشن ہستی ؂	اک شب کے سوا گل نہیں رہتا ہے چمن میں

الغرض بمصداق اس شعر کے کہ ؎

ایک آفت سی تو مر کے ہوا تھا جینا	پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

اُس غریب کو خدا خدا کر کے دُنیا کی جھگڑوں سے رستگاری نصیب ہو کے ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں ہولی کہ ایک دوسری

قبر میں منکر نکیر کے ساتھ سوال و جواب -

آفت اُس کے سر پر آ سوار ہوتی ہے - یعنی کنج لحد میں لیٹنے

کے ساتھ ہی منکر نکیر سوال وجواب کے لئے آموجود ہوتے ہیں۔ اُن سے جوں توں کر کے چھٹکارا ملتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن کی روبکاری کا اُسے ہنوز منتظر رہنا پڑتا ہے جس روز

میدان حشر میں ملیک مقتدر کے سامنے انسان کی روبکاری

میدان حشر میں ملیک مقتدر اپنا دربار منعقد فرمائیں گے اور اس میں کل انبیا کل پیغمبر۔ کل رسول۔ کل اولیا۔ کل صلحا۔ کل فقرا۔ کل عرفا۔ کل شہدا۔ کل ائمہ۔ اور کل علما وغیرہ اپنی اپنی مقررہ جگہ پر باادب تمام دست بستہ حاضر وموجود رہیں گے۔

اللہ اکبر! اس عظیم الشان اور پرہیبت وجلال دربار الٰہی میں ہر متنفس پر جیسی کچھ حالت وکیفیت طاری ہوگی وہم وگمان میں نہیں آسکتی۔

انسان اور اس کی پیاری دنیا کا انجام

اے انسان! تو نے دیکھا تیری اور تیری چہیتی اور پیاری دنیا کا کیا انجام ہوا کرتا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

تو جانتا ہے کہ موت تیرے سر پر سوار اور تیری تاک میں لگی بیٹھی ہے۔ اور ہر ایک چیز پکار پکار کے یہ کہہ رہی ہے کہ وہ فنا ہونے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ لیکن حیف ہے کہ تیرے کانوں پر جوں تک نہیں چلتی۔ اور تو اپنے نسیان کے سبب سے اپنی اصلیت کی طرف رجوع ہونے کا مطلق نام نہیں لیتا۔ یہ یاد رکھ کہ تجھکو افسوس کسی امر کا نہ ہونا چاہیئے۔ اگر افسوس ہو تو صرف اُن ساعتوں کا جو بغیر یاد اللہ جلشانہٗ کے اور اس کی علم معرفت کے گزری ہوں۔ اس لئے کہ ہر چیز کا عوض ممکن ہے۔ مگر عمر عزیز کی جو ساعت رائگاں جاتی ہے اس کی تلافی کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ ایک چیز دوسری چیز کا بدل ہوتی ہے لیکن عمر رفتہ کا بدل ممکن نہیں۔ حضرت مولانا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

ہر چیز کا عوض ممکن ہے مگر انسان کی عمر رفتہ کا بدل ممکن نہیں۔

گر نباشد جامۂ اطلس ترا	کہنہ دلقے ساتر تن بس ترا
اگر تیرے پاس اطلس کا لباس موجود نہیں ہے	تو پرانا لباس ستر ڈھانکنے کیلئے بس ہے
ور عفر نبود دت باقند و مشک	خوش بود دوغ و پیاز و نان خشک

اگر تجھکو مشک اور شکر کا مزعفر میسر نہیں ہے
تو دھی اور پیاز اور سوکھی روٹی بہت کافی ہے

ورنباشد مشربہ از زرّ ناب
باکف خود می توانی خورد آب

اگر پانی پینے کے لئے سنہری کٹورہ موجود نہ ہو
تو اس کے لئے ہاتھ کافی ہیں

ورنباشد دورباش از پیش و پس
دورباش نفرت خلق است و بس

اگر آگے پیچھے دوڑنے اور رہنے کیلئے نوکر چاکر نہیں ہو
تو۔ تو خود مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرلے

ورنباشد مرکب زریں لگام
می تواں زد ہم بپائے خویش گام

زریں لگام کا گھوڑا اگر پاس موجود نہ ہو
تو چلنے پھرنے کے لئے پاؤں موجود ہیں

ورنباشد خانہائے زرنگار
می تواں کردن بسر در کنج غار

اور سنہری نقش ونگار کے مکانات اگر نصیب نہیں
تو گوشہ غار میں سکونت کرنی ممکن ہے

ورنباشد فرش ابریشم طراز
با حصیر کہنہ در مسجد بساز

اور ریشمی منقش فرش موجود نہ ہو
تو پرانے بوریہ پر مسجد میں بیٹھ سکتا ہے

ورنباشد شانۂ از بہر ریش
شانہ بتواں کرد از انگشت خویش

اگر داڑھی کے خلال کے لئے کنگھا نہ ہو
تو ہاتھوں کی انگلیوں سے خلال ممکن ہے

ہرچہ بینی درجہاں دارد عوض
در عوض گردد ترا حاصل غرض

دنیا میں جو کچھ موجود ہے اور جسکو تو دیکھتا ہے
اس میں سے ہر ایک کا عوض ہو سکتا ہے

بے عوض دانی چہ باشد در جہاں
عمر باشد عمر قدر آں بداں

وہ چیز جسکا عوض دنیا میں ناممکن ہے
یاد رکھ وہ عمر عزیز ہے

صرف خدا کو حاصل کرنا چاہیئے

پس تو لذات فانیہ کو چھوڑ کے مولا کو حاصل کرنے کی جانب متوجہ ہو جا۔ حضرت شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دنیا مطلب اگر بقا می طلبی
دنیا کو مت طلب کر اگر خدا کا طالب ہے تو

عقبیٰ مطلب اگر لقا می طلبی
آخرت کو مت طلب کر اگر دیدار الٰہی کا طالب ہے تو

ہم دنیا و ہم عقبیٰ و جملہ کونین
دنیا اور آخرت کو خیرباد کہہ کے

بگذار و دنیا اگر خدا می طلبی
اے اگر خدا کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو

چشمے کہ جمال مصطفٰے را بیند
جو آنکھ کہ رسول مقبول صلعم کے جمال پاک کو دیکھتی ہے

شک نیست کہ عالم بقا را بیند
وہ بلاشبہ عالم بقا کی تجلی کو مشاہدہ کرتی ہے

اینست کمال مرد حق بین بہ یقیں
عارف کامل کا کمال یہ ہے

در ہر چہ نظر کند خدا را بیند
کہ وہ ہر ایک چیز میں تجلی الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
جو شخص کہ تجھے پہچانے وہ جان کو کیا کرے

نعما جہان و خانماں راچہ کند
اور دنیا کی نعمتوں اور گھر بار کو کیا کرے

دیوانہ کنی و جملہ جہانش بخشی
دیوانہ بنا کے دونوں جہان کو اس کے تابع کر دیتا ہے تو۔

دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند
تو بھلا وہ دیوانہ دونوں جہان کو لے کے کیا کرے۔

حصولِ معرفت کے لئے شیخ کامل کی ضرورت

ایں نہ گوئی گور و گورستانِ من		چند گوئی باغ من بستان من
یہ نہیں کہتا کہ قبر اور قبرستان میرا ہے		کبتک کہتا رہیگا تو کہ باغ بوستان میرا ہے

دنیا اور اس کے تعلقات و اسباب

چونکہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور انسان کے لئے دنیا امید و بیم مکر و فریب۔ رنج و تکلیف۔ کدورت۔ خواہش۔ طمع۔ حرص۔ دکھ۔ بیماری۔ اور نیز آرام و آسایش وغیرہ کا گھر ہے۔ اس واسطے انسان کو حسب موقع و ضرورت امور مذکورۂ بالا میں سے ہر ایک امر کے متعلق چارونا چار ہر طرح کا انتظام۔ ہر طرح کا سامان۔ اور ہر طرح کے ذرائع و وسائل بہم پہونچانے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے چنانچہ وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی سکونت کے لئے حسب مقدرت مکان و باغ بنواتا ہے۔ پہننے کے لئے عمدہ عمدہ

پوشاک ولباس تیار کرتا ہے۔ علم وفن حاصل کرتا ہے۔ اور
روزی کے لئے مختلف ذرائع مثلاً یا تو کوئی نوکری یا کوئی پیشہ
یا ہنر وغیرہ اختیار کرتا ہے۔
اور کسی طبیب یا ڈاکٹر سے اس لئے میل ملاپ رکھتا ہے
کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو طبیب دوست یا ڈاکٹر اس کا بجو
خاص علاج کرے۔
وکیل سے اس سبب سے ملاقات پیدا کرتا ہے کہ
اپنے ذاتی مقدمات میں اُس کو پیروکار مقرر کرے۔ داری
عہدہ داروں کو فرشی سلام پر سلام اور اُن کی دربار
اس اُمید پر کرتا رہتا ہے کہ معاملات متعلقہ میں اُس کے ساتھ
رُو و رعایت ہو۔ اور اُس کے ہمچشموں میں اس کی بابت خیال
کہ اُس کی فلاں فلاں عہدہ دار کے پاس رسائی ہے۔ اور
اُن کے پاس بلا تکلف آتا جاتا رہتا ہے تو قیر وشان بڑھتی رہے
دوستی جماعت کثیرہ کے ساتھ اس وجہ سے رکھتا
ہے کہ شادی وغمی میں وہ اس کا ہاتھ بٹائے۔ اور اگر اتفاق
سے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو وہ جماعت
اُس کی مدد کرے۔

شادی صاحب مال اور صاحب کنبہ لڑکی کے ساتھ
یہ سوچ سمجھ کے کرتا ہے کہ طرفثانی کے لوگ اس کے مربی
وسرپرست بنیں۔ اور آڑے وقت میں اس کے کام
آویں۔

غرض یہ کہ یہ کل چیزیں جن کو انسان بڑی محنت اور

تمام اسباب و تعلقات دنیوی صرف انسان کی زندگی تک محدود ہوتی ہیں

بڑی کوشش کے ساتھ مہیا
کرتا ہے وہ صرف اس کی زندگی تک ہی محدود اور کام
دینے والی ہوتی ہیں۔ بعدہٗ جس طرح انسان کو زوال
ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کو بھی بلاریب زوال ہے
اور بالآخر ایک نہ ایک روز یہ کل چیزیں انسان کو اندھیری
کوٹھری میں تن تنہا چھوڑ کے خود چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

لیکن تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ انسان اپنی

موجب سرخروئی صرف معرفت رب ہے جو شیخ کامل سے حاصل ہوسکتی ہے

چند روزہ زندگی کیلئے
تو بہت کچھ انتظام اور سامان اور ذرائع بہم پہنچاتا
ہے۔ مگر قبر اور آخرت میں جو کہ اس کے ہمیشہ رہنے کا

مقام ہے سرخرو ہو کے جانے اور آرام و چین سے رہنے کے لئے کوئی انتظام اور کوئی ذریعہ و وسیلہ مہیا کرنے کی جانب توجہ منعطف نہیں کرتا۔ اور وہ چیز جو قبر اور آخرت میں کام آنے اور سرخرو بنانے والی ہے وہ معرفت حضرت رب ہے۔ جو شیخ کامل کی عنایت و مہربانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

شیخ کامل طالب کو عروۃ الوثقیٰ کی زنجیر میں منسلک کردیتا ہے

شیخ کامل طالب صادق کو ایسے مبارک و مقدس سلسلہ زنجیر میں جس کو عروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں منسلک کردیتا ہے جس کی اصل حقیقت تو ذات رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس کا ظل شیخ کامل۔ کیونکہ شیخ کامل انوار باطنی پیغمبری کے حصول کا واسطہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب مالابدّ منہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

نور باطن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را	نور باطن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارثوں کے سینہ میں ہے

از سینۂ درویشاں باید جُست وبداں نورسینۂ خود رار وشن بایدکرد۔ تاہرخیر وشر بفراست صحیحہ دریافتہ شود۔
یعنی حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن کو درویشوں کے سینہ میں ڈھونڈھنا اور اس سے اپنے سینہ کو روشن کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہرخیر وشر فراست صحیحہ سے معلوم ہو سکے
فراست صحیحہ کے متعلق ایک نقل جو تفسیر حسینی میں بیان کی گئی ہے۔ اور کتاب مذکورہ کے حاشیہ پر بھی مندرج ہے۔ اُس کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

فراست صحیحہ کے متعلق ایک نقل | بیان کیا جاتا ہے

کہ ایک روز مجلس ارشاد ہدایت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ میں (جو کہ حضرت سید محمد بہاؤالدین شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے مرشدوں سے تھے) ایک شخص درویشانہ جبہ ودلق پہنے ہوئے حاضر تھا۔ جب حضرت وعظ ونصیحت سے فارغ ہوئے تو دلق پوش نے استفسار کیا کہ
اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی ڈرو مومن کامل کی فراست سے کہ تحقیق وہ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ

کے نور سے کا کیا مطلب ہے اُس کی تفسیر بیان فرمائیے۔ اور وہ فراست کونسی ہے اُس کی بھی شرح فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا تو پہلے اپنے زنار کو توڑ۔ اُس نے کہا نعوذ باللہ مجھکو زنار سے کیا تعلق۔ پس حسب اشارہ حضرت ممدوح ایک مرید نے دلق ریائی کو اُس کے جسم سے اُتارا تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنّار اس کے گلے میں موجود ہے۔ فوراً وہ تائب ہو گیا۔ اور زنّار کو توڑ کے اسلام سے مشرف ہوا۔ اس واقعہ سے حاضرین مجلس پر کچھ ایسی عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت نے فرمایا آؤ بھائیو! اب ہم اپنے نفسانی زنّاروں کو توڑ کے رجوع الی اللہ ہو جائیں۔" علیٰ ہذا شیخ کامل کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں ؎

خاک شو در پیش شیخ با صفا
تا ز خاک تو بروید کیمیا

شیخ روشن دل کے آگے مٹی ہو جا
تاکہ تیری مٹی سے کیمیا پیدا ہو

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی
چوں بہ صاحبدل رسی گوہر شوی

اگر تو مانند سخت پتھر کے ہے تو سنگ مرمر ہوگا
اور جب تو صاحبدل کی خدمت میں رہیگا تو موتی

ہمچو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی
صیقلی کن صیقلی کن صیقلی

اگر تو مانند لوہے کے سیاہ و بدشکل ہے
پیچ بگشد نفس را جز ظلِ پیر
پر تو فیضان پیر کامل سے نفس مارا جاتا ہے
چوں بگیری سخت آں توفیق ہو
پس جب تو اسکے دامن کو مضبوط پکڑیگا

تو قلعی کر قلعی کر قلعی
دامن آں نفس کش را سخت گیر
تو ایسے نفس کش کے دامن کو مضبوط
درتو ہر قوت کہ آید جذب او ست
تو اسکی فیضان قلبی کی توجہ سے جو کچھ

پس ظاہر ہے کہ ایسے مقدس و مبارک سلسلہ میں منسلک ہونے کے بعد کوئی طالب اگرچہ وہ کیسا ہی ناقص الحال کیوں نہو بطفیل و تصدق سلسلہ موصوف انسانیت کے کمالات حقیقی کے مرکز پر پہونچ کے رہتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

بیعت کے متعلق بعض نافہموں کے خیالات

لیکن بعض اہل علم و عقل لوگ بڑے ہی مغالطہ میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ شیخ کامل کے واسطہ کو بے ضرورت تصور کرتے ہیں۔ اور بیعت کے منکر ہیں۔ اور نہایت حیرانی سے یہ کہتے ہیں کہ حق کہاں ہے؟ آیا زمین پر ہے۔ یا آسمان پر ہے یا عرش اعظم پر ہے۔

خدا کہاں ہے

خدا ظاہر ہے | اُس کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں ؎

ابلہاں حیران کہ آیا حق کجاست
احمق لوگ اس امر میں پریشان ہیں کہ
یا کہ برعرش عظیمش جائے اوست
یا عرش بزرگ پہ اُس کی قیام گاہ ہے
حق عیان ست اے برادر جا ودا
حق سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ بغیر کسی پردہ کے ظاہر ہے

برزمین است یا کہ او اندر سماست
یا کہ زمین پر ہے یا آسمان پر ہے
یا کہ در خلد بریں ماوائے اوست
یا جنت میں اُس کی جائے پناہ ہے
تو عیان را خود چہ میجوئی نہاں
لیکن تو ایسے ظاہر کو پوشیدگی میں کیوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا کو نہ دیکھ سکنا۔ | نیز وہی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدائے پاک کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ اور اُن کو لن ترانی کا ارشاد ہوا تھا تو بھلا ما وشما کی کیا ہستی ہے جو خدا شناسی کا دعویٰ کر سکیں یا دم مار سکیں۔

لن ترانی کا ارشاد بطریق رموز تھا | بات اصل یہ ہے کہ اُن لوگوں کی سمجھ حق سے پھر گئی ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ لن ترانی کا ارشاد کس محل سے تعلق رکھتا تھا۔ آیا وہ حقیقت میں قطعاً انکاری تھا۔ یا

بطریق رموز تھا۔ چنانچہ کلام پاک میں ایک جگہ اسی قبیل کا رمز ارشاد جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ہوا تھا وہ یہ ہے کہ "اے موسیٰ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟" حضرت نے کہا کہ "یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر میں تکیہ کرتا ہوں اور بکریوں کے واسطے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس سے اور بہت سے کام نکلتے ہیں" تو اب فرمایئے یہ کیا بات ہے۔ کیا خدا تعالیٰ علیم و خبیر و بصیر نہیں ہے۔ اور اس کو لاٹھی کے وجود کا علم نہیں تھا

اے موسیٰ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟

پس جس طرح "تمھارے ہاتھ میں کیا ہے" پوچھنے کے الفاظ میں بلاشبہ رمز مضمر ہے۔ اسی طرح الفاظ "لن ترانی" میں بھی بلاشک رمز مستتر ہے۔

شریعت انبیاء سلف علیہم السّلام پر شریعت رسالت پناہی صلعم کا تفوق

انبیاء سلف علیہم السّلام کی ہدایت کا دارومدار شریعت محض پر تھا جو بعد تصدیق وحدانیت کے اوامر و نواہی کی اطاعت سمجھی جاتی تھی۔ اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ

وسلم کی ہدایت شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت کی جامع ہے۔

شان عُرفائے امت مرحومہ یہی وجہ ہے کہ امت مرحومہ کے علماء کو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ ٭ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے ہم پایہ وہم مرتبہ ہونے کا شرف وکمال حاصل ہے۔ اور یہ علما حضرات عُرفائے ربانی ہیں۔ جن کو مثل انبیاء علیہم السلام کے بلا واسطہ ذات اُلُوہیت سے علوم کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔ اور یہی علوم عُلوم لدنی ہیں۔ یہی حضرات امت مرحومہ کے ظاہر دباطن کے عقدہ کشا وحاجت روا ہیں۔ یہی حضرات حجۃ اللہ اور امناء اللہ فی الارض کے لقب سے ملقب ہیں۔

؎ لغت عبرانی میں "ئیل" کے معنی خدا کے ہیں۔ اور "اسرا" کے معنی بندہ کے حضرت یعقوب علیہ السلام کا بہ سبب کثرت عبادت الٰہی کے قوم نے "اسرائیل" نام رکھا تھا اس لئے آپ کی اولاد سے جو لوگ ہوئے وہ قوم بنی اسرائیل کے نام سے نامزد ہوئے۔ اور اُن میں جو پیغمبر ہوئے وہ انبیائے بنی اسرائیل کہلائے گئے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

حق فرستاد اولیا را بہر ایں
حق سبحانہ تعالیٰ نے اولیا کرام کو اس لئے

تا شوند شاں رحمتے للعالمین
کہ وہ اہل عالم کے لئے رحمت ثابت ہوں

اولیا مراۃ ذات مطلق اند
اولیاء کرام ذات مطلق رب الجلیل کی آئینہ ہیں

اولیا آئینہ خاص حق اند
اور نیز وہ خاص آئینہ اُسی کے ہیں

صاحب دل آئینہ شش رو بود
صاحبدل کی مثال مانند آئینہ شش جہت کے

حق درو از ہر طرف ناظر بود
حق سبحانہ تعالیٰ اُن میں ہر طرف نظر کرتا ہے

ہر طرف چوں رحمت حق می روند
وہ ہر طرف مانند رحمت الٰہی کے مخلوق کی د

ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرح علت و

اولیا راہست قدرت از الٰہ
اولیا اللہ کو بارگاہ الٰہی سے قدرت کا

تیر جستہ باز گردانند ز راہ
جو چھُٹے ہوئے تیر کو اثنا راہ سے لوٹا

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیا
خبردار اولیاء کرام اپنے زمانہ کے مانند

مردہ برخیزند از ایشاں اکیا
جنکی توجہ سے مُردے زندہ ہو جاتیں

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی جناب باری میں التجا

نیز اسی سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے اس زمانہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں اپنے آپ کو دوبارہ پیدا کئے جانے کے متعلق جناب باری میں التجا

کی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دور دست آنرا کہ موسیٰ کلیم ۔ آرزو می برد زیں دورت مقیم

آنحضرت صلعم کے زمانہ نورانی کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اس میں اپنے مقیم ہونیکی تمنا ظاہر کی تھی

چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید ۔ کاندرو صبح تجلی می دمید

حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے آنحضرت صلعم کے فیضان کو اسمیں تجلی الٰہی مانند صبح صادق کے جلوہ گر

گفت یارب ایں چہ دور رحمت ست ۔ ایں گزشت از رحمت آنجا رویت ست

کہا کہ اے بار الٰہ یہ کیا عجیب باران نزول رحمت بلکہ رحمت کے ساتھ رویت الٰہی کا بھی زمانہ ہے

غوطہ دہ موسیٰ خود را در بحار ۔ درمیان دورۂ احمدؐ برآر

یا اللہ اپنے موسیٰ کو تجلیات کے دریا میں زمانہ آنحضرت صلعم میں دوبارہ ظہور میں لے آ

جب صورت حال یہ ہے تو پھر بیعت اور شیخ کامل کے وجود کو بے کار سمجھنا گویا اپنی عقل و دانش اور علم پہ جہالت دائمی اور غفلت ابدی کا پردہ ڈال لینا ہے۔

اہل اشراق قطع نظر اس کے اشراقی[1] لوگ صدہا میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے تھے

[1] یہ ایک فرقہ تھا جسکا بانی افلاطون تھا۔ جو قبل ولادت مسیح علیہ السلام پیدا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں میں اس فن کا سربرآوردہ شیخ۔ شیخ شہاب الدین مقتول ہوا ہے۔ یہ ۳۹ برس کی عمر میں بھوک سے ہلاک کیا گیا۔ اس فن میں اسکی متعدد کتابیں مثلاً توضیحات، تلویحات، ہیاکل النور اور حکمۃ الاشراق مشہور ہیں۔

اور اس میں کما حقہ قدرت رکھتے تھے تو کیا شیخ ارشاد کی تعلیم و توبت اس سے بھی گئی گزری ہو گئی ؟

ہر علم و فن کے حصول کے لئے اُستاد اور محنت کی ضرورت

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ ہر ایک امر کے حصول کے لئے عام اس سے کہ وہ متعلق بہ علم ہو یا متعلق بہ ہنر اُستاد یا ہادی کی اور اُس کے ساتھ حسب خواہش و حوصلہ توجہ۔ محنت اور کوشش کی ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے۔ اور بغیر شوق کامل اور اعتقاد راسخ کے ممکن نہیں کہ ان اُمور میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

فرض کرو تعلیم کے حصول سے دماغ اعلیٰ اور مدبر ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت میں انسانیت و صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور خیالات پختہ و شائستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح باقاعدہ ورزش سے جسم سڈول اور خوب صورت اور توانا ہو جاتا ہے۔ اور دست و پا سیدھے اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور تا دم زیست اچھی طرح کام دے سکتے ہیں۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا یہ باتیں خود بخود بغیر محنت اور بغیر ہادی یا اُستاد کے حاصل ہو گئیں ؟

پس جب انسان جو فنا پذیر چیز ہے۔ اور اپنے آپ کو متذکرۂ بالا اوصاف سے جو وہ بھی اسی کے ساتھ مٹنے والے ہیں متصف کرنے کے لئے توجہ۔ محنت اور اُستاد یا ہادی کی ضرورت کو لازمی سمجھتا ہے۔ اور بااوقات اُن کے حصول کے لئے اپنی عزیز جان تک بھی قربان کر دیا کرتا ہے تو روحانیت جو ایک دائمی شئے ہے ترقی نہ کرنا۔ اور ترقی کے لئے کسی شیخ کامل کے واسطہ کی ضرورت کا تسلیم نہ کرنا کس درجہ بدنصیبی ہے۔

جس علم و فضل سے مقصود حقیقی حاصل نہ ہو وہ محض بیکار ہے

بھلا وہ علم و فضل کس کام کا جس سے مقصود علم یا مقصود حقیقی حاصل نہ ہو سکے۔ دراصل ایسے علم و فضل کا حاصل ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ کسی بزرگ نے سچ فرمایا ہے ؎

غایت ہے یہی علم کی حق کو پائیں
عالم تو ہیں لیکن نہیں کچھ اپنی خبر
اپنے سے تو یہ جہل ہی لاعلمی ہے
کیا فائدہ گر تو نے کتابیں چاٹیں

گر وہ نہ ملا ہیچ ہے سب علم و ہنر
معلوم نہیں کیا ہے ہمارے اندر
ہے علم جمادی و نباتی اکثر
حاصل وہ ہو تجھکو کہ دراصل نہیں

اور حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اور سچ فرماتے ہیں ؎

علم نبود غیر علم عاشقی
سوائے علم عاشقی کے باقی کل علوم

تا بقی تلبیس ابلیس شقی
جنہیں شیطان کے مکر و فریب کو دخل ہے

تو ہمی دانی یجوز و لا یجوز
تو یہ خوب جانتا ہے کہ یہ جائز ہے اور

خود نمی دانی کہ حوری یا عجوز
لیکن یہ نہیں جانتا کہ تیری جان حور ہے

چند زیں قصہ و کلام بے اصول
کب تک بے اصل قصوں اور باتوں سے

مغز را خالی کنی اے بوالفضول
اپنے دماغ کو خالی کرتا رہیگا اے بکواسی

صرف شد عمرت بہ بحث نحو صرف
تیری عمر نحو صرف کے مباحثے میں صرف ہو چکی

از فصول عشق ہم خواں یک دو حرف
اب تو عشق کے فصلوں میں سے بھی دو ایک

چند چند از حکمت یونانیاں
بہت کچھ تو تو نے حکمت یونانی سے حاصل کیا

حکمت ایمانیاں را ہم بخواں
اب حکمت ایمانی سے بھی کچھ حاصل کر لے

صد کتاب و صد ورق در نار کن
سینکڑوں کتابوں اور صدہا اوراق کو

قلب خود را جانب دلدار کن
اپنے دل کو اپنے دلدار کی طرف رجوع کر

علم را و عقل را و قال و قیل
علم اور عقل اور بحث و مباحثے کو

جملہ را انداختم در آب نیل
جب میں نے دریائے نیل میں ڈالدیا

اسم را و جسم را در باختم
نیز اسم اور جسم کو میں نے ترک کر دیا

تا کمال معرفت دریافتم
تو کمال معرفت مجھکو حاصل ہو گیا

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

اے عالم نادانی چندیں پئے نحو آئی	حرفے کہ مقصود است دانم نہ ہی دانی
اے نادان عالم تو اس قدر کیوں نحو پڑھنے کے [illegible]	ایک حرف احدیت مطلقہ کا جو اصلی مقصد ہے
شد موئے سرت برفے در نحو در صرفے	معلوم نشد حرفے از نکتۂ ربانی
نحو صرف کی بحث میں تیرے سر کے بال	مگر ابتک تو نے نکتہ ربانی کا ایک حرف بھی حاصل

بیعت نص صریح سے ثابت ہے

جاننا چاہیئے کہ بیعت کی حقیقت نص صریح سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ؕ

ترجمہ۔ (اے پیغمبر) جب مسلمان (ایک کیکر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے خدا (یہ حال دیکھ کر ضرور) اُن مسلمانوں سے خوش ہوا۔ اور اُس نے اُن کی دلی عقیدت کو جان لیا۔ اور اُن کو اطمینان (قلب) عنایت کیا۔ اور (اُس کے) بدلے میں اُن کو سر دست (خیبر کی) فتح دی۔

شرح۔ یہ کل چودہ سو صحابہؓ تھے۔ جن کی شان میں یہ

آیت نازل ہوئی۔ اُنہوں نے مقام حُدیبیہ میں جو مکے کے قریب واقع ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بخوشی خاطر بیعت کی تھی۔ اور اُس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔

اس بیان کی تائید میں بخاری شریف کی ایک حدیث کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر صحابی رضی اللہ تعالے عنہ سے مسلمانوں کی خیر خواہی پر بیعت لی تھی۔ اور قوم انصار رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی عورتوں سے اس امر پر بیعت لی تھی کہ وہ نوحہ نہ کیا کریں۔ اور بعض محتاط انصاریوں سے اس امر پر بیعت لی تھی کہ وہ کسی سے سوال نہ کریں۔ اسی طرح بہت سی بُری باتوں سے بچنے اور اچھی باتوں پر عمل کرنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی ہے جس کی شرح و بسط کو کتب احادیث میں ملاحظہ کریں۔

اس سے ثابت ہوا کہ بیعت مروجہ ہرگز نہ بدعت ہو سکتی ہے۔ اور نہ خلاف سنت۔ بلکہ یہ بیعت مروجہ ارباب حقیقت و اصحاب طریقت وہی بیعت مسنون کی شاخ

ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔
ولو فرضنا اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ بیعت واقع میں ایک بے نتیجہ اور لایعنی ہی چیز تھی تو صدہا اور ہزارہا بزرگان دین جو بظاہر دنیا سے غائب ہو چکے ہیں۔ یا جو فی الوقت موجود ہیں بھلا انہوں نے اس کو کیا سوچ سمجھ کے جائز رکھا؟ حالانکہ چاہئیے یہ تھا کہ نہ خود کسی کے مرید ہوتے۔ اور نہ کسی کو مرید کرتے۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہ بیعت اور رہبران کامل کی ہی فیضان صحبت و توجہ کا صدقہ ہے کہ آج وہ عارف حقانی اور بزرگان دین کے لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں۔ اور عرفا و بزرگان دین بھی کیسے جو آفتاب و مہتاب سے زیادہ مشہور اور ان کی تصنیفات و تالیفات ایسی اعلیٰ اور بلند پایہ کہ ان کو اس زمانہ میں سمجھنا ہی مشکل ہے۔

انسان کا چند افسوسناک عوارض میں مبتلا ہو جانا۔

بہرحال اے انسان! تیری حالت پر سخت رونا آتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ تو مکروہات و خواہشات دنیا میں گرفتار ہو کے اپنے رب کو جو کہ تیری رگ گردن سے بھی زیادہ قریب

ہے بھول بیٹھا ہے۔ ؎

دوست نزدیک تراز من بمن است مجھ سے زیادہ نزدیک میرا دوست ہے	وین عجب ترکہ من از وے دورم لیکن یہ عجیب بات ہے کہ میں اس سے دور ہوں

لیکن چونکہ تیری سمجھ پر پتھر پڑے ہوئے ہیں۔ اور کانوں میں روئی ٹھنسی ہوئی ہے۔ اور آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے اور دماغ میں ہوا و ہوس کی گندی ہوا سرایت کر چکی ہے۔ اس واسطے تو قربت ذات احدیت کی حقیقت کو سمجھنے سے۔ قربت ذات احدیت کی آواز کو سننے سے۔ قربت ذات احدیت کے نفحۂ قدسیہ کی خوشبو کو سونگھنے سے اور قربت ذات احدیث کو اپنی ذات میں ٹٹول لے اور ڈھونڈ ھنے سے سخت معذور و مجبور ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برادر چوں بہ بینی قصر او اے بھائی تو کس طرح دیکھ سکتا ہے اسکا	چونکہ در چشم دلت رست است مو کیونکہ تیرے دل کی آنکھ میں بال اگے ہوئے ہیں
چشم و دل از موئے علت پاک آر آنکھ اور دل کو بالوں کی بیماری سے پاک کر	وانگہاں دیدار قصرش چشم دار پھر اس کے محل کے دیکھنے کی امید رکھ
ہر کہ را از ہوسہا جان پاک	زود بیند حضرت ایوانِ پاک

جس کسی کی جان خواہشوں سے پاک ہوتی ہے	وہی جلد دیکھ لیتا ہے پاک محل کے ساکن کو

پس ایسی نازک حالت میں اگر تو ان عوارض کے دفعیہ کیلئے علاج کرانے کی جانب جلد متوجہ نہو گا تو ۔ تو یقین مان لے کہ وہ عنقریب تجھے ہلاک کر ڈالینگے ۔

حضرت شاہ خاموش رحمتہ اللہ علیہ کی ایک غزل پر ایک عمدہ مخمس جو دیوان آئینہ محبوب مصنفہ شیخ محبوب صاحب مرحوم میں چھپا ہے اُس کو بجنسہ بنظر دلچسپی یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ؎

چھوڑ لذات فنا راہ بقا لے بلبل	آپکو عاشق صادق تو بنا لے بلبل
ماسوا اللہ میں نہ دل اپنا پھنسا لے بلبل	آشیاں اپنا گلستاں سے اٹھا لے بلبل

باغ کو چھوڑ دے جنگل کی ہوا لے بلبل

حضرت افتخار علی شاہ ؒ نے ماسوا اللہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے ؎

نہیں حق کے سوا معبود کوئی	نہیں حق کے سوا مقصود کوئی
نہیں حق کے سوا مشہود کوئی	نہیں حق کے سوا موجود کوئی

یہی مطلب ہے لفظ ماسوا کا

چل چمن سے نہ اٹھا خاطر ناشاد کا ظلم	کہ اٹھانا نہ پڑے ہر ستم ایجاد کا ظلم
تیری ہی سر پہ پڑیگا تری فریاد کا ظلم	باغباں کا ہے ستم دوسرا صیاد کا ظلم

جان ان دونوں کے ہاتھوں سے بچالے بلبل

آئی جس کام کو وہ کام تو لے اپنے سنوار
تجھ سوا کون ہے یاں غیر ذرا دل سے بچار
تو سمجھتی ہے جسے گل وہ ہے تیرے لئے خار
ہو گی معلوم تجھے اس گھڑی سب قدر بہار
جب تو پر جائیگی صیاد کے پالے بلبل

دیکھ کیونکر ہو تجھے تو نہیں اسکے قابل
خواہش وصل ہے گر خود سے ہو پہلے غافل
تجھ میں اس گل میں ہے اک تیری ہی ہستی حائل
بیچھے کرتی ہے کیا اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پروبال جلالے بلبل

اس سے ملنا ہو تو مل لے سر بازار ہے یار
بعد مر نیکے ہے پھر دید کا ہونا دشوار
صورت سایہ خزاں رہتی ہے ہمراہ بہار
پائداری ہے کہاں صحبت گل ہے دن چار
اسکی بو باس تو اپنے میں بسالے بلبل

ڈھونڈھتی تو ہے جسے وہ ہے تجھی میں پیدا
شوق دیدار ہے گر رہ ہے کامل کو تو پا
بعد ازاں کرکے معطل تو حواس خمسا
بیٹھ اک جائے تو بس کر تصور گل کا
کیوں اڑی پھرتی ہے سر جھاڑ کے ڈالے بلبل

اک جگہ بیٹھ تو کر گوشہ عزلت کو پسند
ورنہ تو گلشن عالم میں اٹھائیگی گزند
یاد رکھ سنکے ذرا حضرت مجنوں کی پند
گل مقصود کی ہے چاہ تو کر چونچ کو بند
غنچہ ساں آپ کو خاموش بنالے بلبل

پس اب تو بعجلت تمکنہ کمر ہمت باندھ لے۔ اور دنیا کی

کارروائیوں کی مسل کو داخل دفتر کرکے معاد کی متعلقہ کارروائی کو شروع کردے۔ یعنی فوراً کسی رہبر کامل کو ڈھونڈ لے۔ تاکہ وہ تجھکو زال دنیا کے مکر کے پھندے سے جس میں تو برسوں سے پھنسا ہوا ہے نکال کے اور تیرے نسیان اور عوارض لاحقہ مذکورہ کو دور کرکے تجھکو معرفت الٰہی حاصل کرا دیوے اور جب تو معرفت حاصل ہونے کے بعد انسان کامل بنجائیگا تو پھر تجھے غفلت و غیریت کے کسی امر کا خوف و ڈر باقی نہیں رہیگا۔ اور تو دونوں جہان کے جھگڑوں اور ذمہ داری سے بالکلیہ پاک و بری ہو جائیگا۔ اور نیز حیات ابدی تجھے اسی طرح حاصل ہو سکے گی جس طرح اور عارفین اور بزرگان دین کو حاصل ہو چکی ہے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق جس کسی کا دل آبحیات عشق ربانی سے زندہ	[illegible]	ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما عالم کے دفتر پر اس کا نام ہمیشہ قائم رہتا ہے

اور حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں ؎

بس کسان فرزیں جہاں بگزشتہ اند بہت سے گزرے ہوئے لوگ اگرچہ بظاہر	[illegible]	لا نیند و در صفات آغشتہ اند لیکن حقیقتہً انوار صفات الٰہی میں گم ہیں

آں توئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

تیری شان یہ ہے کہ بغیر اس کثیف بدن عنصری کے — پس اس جسم سے جان کے نکلنے کا خوف مت کر

شیخ کامل کے نہ مل سکنے کی شکایت

ہاں یہ ممکن ہے کہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے لحاظ سے کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نشاید داد دست

اے مرید طالب حق چونکہ بہت سے آدمی بصورت شیطان — اس لئے تو ہر ایک کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مت دیجیے

تیرے ذہن میں یہ بات جم گئی ہو کہ اس زمانہ میں پیر کامل مثل عنقا کے ہے۔ اور وہ کہاں مل سکتا ہے۔ اگر ملے تو شاید مکے یا مدینے یا بغداد یا کربلا میں ملے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ یہ صرف تیری بدگمانی کے سارے کرشمے ہیں ؎

وہ ہیں پاس تیرے تیری بدگمانی — لئے پھرتی تجھکو کہیں سے کہیں ہے

بلکہ خدا کے فضل و کرم سے ہر جگہ اور ہر مقام پر اسی انسانی صورت و شکل اور لباس میں چھپا ہوا موجود ہے ؎

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر — جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

کل اسکو دیکھکر ایک صوفی صافی نے فرمایا
بہت ملتے ہیں انوار تجلی شکل انساں میں

بشرطیکہ اس کی شناخت کے لئے آنکھ ہو۔ اور یہ عدم امتیاز و عدم شناخت ہی کی وجہ ہے کہ رہبر کامل کے نہ مل سکنے کی شکایت کی جایا کرتی ہے۔

جسطرح کھارے پانی اور میٹھے پانی کا فرق بغیر چکھنے کے نہیں معلوم ہوسکتا۔ اسی طرح کامل اور غیر کامل میں بھی بظاہر کوئی فرق بغیر شناخت کے نہیں محسوس ہوسکتا۔

اولیا کو مخلوق میں چھپا رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

حضرت ابوسعید منصور ابن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نشر الدرر میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں وصیت فرمائی کہ "اے بیٹے اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو اپنی مخلوق میں چھپا رکھا ہے۔ پس تو کسی شخص کو ذلیل نہ خیال کر شاید کہ وہ ولی ہو"

خاکساران جہاں را بحقارت منگر	تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
دنیا کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ	تو کیا جانتا ہے کہ ان میں حقائق و معارف

اور ہر انسان کو بوجہ مذکورہ ذلیل و حقیر نہ خیال کرنے اور اسکی

تعظیم و توقیر کو واجب جاننے کی نسبت جو | ہر انسان کے واجب التعظیم ہونیکے متعلق حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا ارشاد

وجہ اور نصیحت حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے

دل چہ باشد مطلع انوار حق
دل کیا ہے انوار الٰہی کا مطلع ہے
دل چہ باشد منبع اسرار حق
دل کیا ہے اسرار الٰہی کا چشمہ ہے

در حقیقت داں کہ دل شد جام جم
حقیقت میں یہی دل جام جم ہے
می نماید اندرو ہر بیش و کم
جسمیں ہر ایک امر کا بیش و کم کیفیت معلوم

دل بود مرآۃ وجہ ذو الجلال
تجلی ذات الٰہی کا آئینہ دل ہے
در دل صافی نماید حق جمال
صاف دل میں انوار جمال الٰہی نظر آسکتے ہیں

پیش سالک عرش رحمن است دل
سالک طریقت کے نزدیک عرش رحمن یہی دل ہے
جملہ عالم چوں تن و جانست دل
تمام جہان مانند جسم کے ہے اور اسکی جان دل ہے

دل مقام استوائے کبریاست
مقام استوائے الٰہی دل ہے
دل نباشد آں کہ با کبر و ریاست
جس دل میں کبر و ریا ہو وہ دل نہیں ہے

دل بدست آور کہ حج اکبر است
دل کو خوش کرنا گویا اندر رہ طریقت حج اکبر کرنا ہے
از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است
ایک دل ہزار کعبہ سے بہتر ہے

کعبہ بنگاہ خلیل آذر است
دل گذرگاہ جلیل اکبر است

کعبہ بنایا ہوا ابن آذر بت تراش حضرت ابراہیم	اور دل مالک الملک حقیقی کی گذرگاہ ہے
کعبہ ہر چند سے کہ خانہ بر اوست	دل مگر ایں نیز خانہ ستر اوست
کعبہ اس کے انوار رحمت کے ظہور کا مقام ہے	اور یہ دل خاص اسکے بھید کی امانتگاہ ہے
تا بکرد ای خانہ را در وے نرفت	و اندریں خانہ بجز آں حی نرفت
جب کہ وہ مکان بنا ہے کبھی اسمیں وہ داخل	اور اس خانہ دل میں صرف وہی ایک داخل ہے
چوں ہمیں دانی کہ در ہر دل خداست	پس ترا تعظیم ہر دل مدعاست
جب تو یہ جانتا ہے کہ ہر ایک دل خانہ خدا ہے	تو پس تجھپر ہر ایک دل کی تعظیم واجب ہے

اتحاد و اتفاق معنوی وظاہری کے پیدا ہوسکنے کی فقط یہی ایک تدبیر ہے اور بس!

پس ان ارشادات پر عمل پیرا ہونے سے علاوہ کامل کے مل جانے کے ایک اور فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ قومی اتحاد و اتفاق معنوی وظاہری کا سلسلہ قائم ہوجاتا ہے۔ اور بیگانہ یگانہ۔ اور دشمن دوست بن جاتا ہے اور بھی اس کے جیسے کچھ فوائد ہیں وہ محتاج بیان نہیں ۵

دو دل یک شود بشکند کوہ را	پراگندگی آرد انبوہ را ۴
دو دل اگر ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو اکھیڑ دیں	اور ایک جماعت کو پریشان کردیں

اگرچہ مصلحان قوم اس کے لئے ایک زمانۂ دراز سے طرح طرح کی تدبیریں اور کوششیں عمل میں لاتے چلے آرہے ہیں۔ اور

اُس میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن اب تک اتفاق کے پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور یہ نتیجہ ہے خود غرضی[1] جہالت[2]۔ کبر[3] و نخوت[4] اور منافقت[5] وغیرہ کی بیماریوں کا جن کا علاج بجز حصول پاک باطنی کے ممکن نہیں۔

اللہ تعالے بصیر و سمیع اور علیم ہے

یہ ظاہر ہے کہ انسان کے کل اعمال جیسا کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث میں وارد ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وابستۂ نیت ہیں۔ اور اللہ تعالے بصیر ہے۔ سمیع ہے۔ اور علیم ہے اس لحاظ سے انسان جو کام یا جو فعل کرتا ہے اُس کو وہ دیکھتا ہے۔ جو کلمہ مُونھ سے نکالتا ہے اُس کو وہ سنتا ہے۔ اور

[1] حق اور انصاف سے چشم پوشی کرکے اپنا مطلب نکال لینے کی تدبیر کو کہتے ہیں۔

[2] جہالت نادانی کو کہتے ہیں۔

[3] کبر بڑائی۔ یعنی اپنے مقابلہ میں دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔

[4] نخوت کے معنی خودستائی اور خودرائی کے ہیں۔

[5] منافقت کے معنی منافقی کے ہیں۔ اور حدیث شریف میں اس کی تین علامتیں بیان ہوئی ہیں۔ ۱) جھوٹ بولنا۔ ۲) وعدہ خلافی کرنا۔ ۳) امانت میں خیانت کرنا۔

انسان اپنے دل میں جو وسوسہ یا خطرہ یا خیال لاتا ہے اُس کو وہ بلا شبہ جانتا ہے۔ تو ہر آئینہ اُس پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے کام کرتا رہے جن کو دیکھ کے لوگ نصیحت حاصل کرتے رہیں۔ اور ہمیشہ ایسے کلمات مُنہ سے نکالتا رہے جو بکار آمد ہوں۔ اور جو موجب اتحاد و رفاہ عام اور رفع شر ہوں۔ اور جو اُصول عقائد مذہب حق جس پر عبادات و معاملات احکام خداوندی و احکام حضور رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم کا دار و مدار ہے اُن کے منافی نہ ہوں۔ اور اپنے باطن کو ہر حال میں مذکورہ بالا اُمور مذمومہ سے جن کا کہ آج کل بازار گرم ہے۔ اور جن کا قوم پر بدرجہ غایت مذموم اور تباہ کن روز افزوں اثر مترتب ہو رہا ہے۔ اور جو قوم کی تباہی و بربادی کا اصلی باعث ہیں۔ اور جن سے دین تو دین دنیا بھی بگڑی چلی جا رہی ہے پاک و صاف رکھے۔ اور اس میں سوائے نیک اور پاکیزہ خیالات کے جو اپنے اور دوسروں کی بھلائی و بہبودی اور دینی و دنیوی ترقی پر مبنی ہوں کسی اور فاسد خیال کو پاس آنے دے تاکہ ظاہر و باطن دونوں یکساں پاک ہو جائیں۔

اور یہی معنی ہیں خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جاننے اور سمجھنے کے
چنانچہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از پئے آں گفت حق خود را بصیر
خداوند تعالےٰ نے اپنے کو بینا اس لئے فرمایا ہے
کہ بود دید ویت ہر دم نذیر
کہ اس کی بینائی کا ہر وقت ڈر رکھنا

از پئے آں گفت حق خود را سمیع
خداوند تعالیٰ ذات اپنی کو سننے والا اس وجہ سے فرمایا ہے
تا ببندی لب ز گفتار شنیع
تاکہ برے الفاظ نکالنے سے تم اپنی زبان کو روکو

از پئے آں گفت حق خود را علیم
خداوند تعالیٰ اپنے کو جاننے والا اس سبب سے فرمایا ہے
تا نیندیشی فساد تو ز بیم
کہ تمہارے دل میں خیالات فاسدہ پیدا نہ ہوں

امید ہے کہ اس قدر بیان قیام اتحاد و اتفاق کے متعلق کافی مفید اور موثر ثابت ہوگا۔ بشرطیکہ اُس کو عمل کی کسوٹی پر کس کے آزمایش و تجربہ کیا جائے۔ پھر دیکھا جائے کہ اتحاد و اتفاق بھلا کیونکر اور کیسے قائم نہیں ہوتا۔

حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت مذکورہ کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کا اپنی رضامندی کو اپنی فرمانبرداری میں چھپا رکھنا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی رضامندی کو اپنی فرماں برداری میں چھپا رکھا ہے۔ پس تو اس کے کسی فرمان کو حقیر

نہ جان۔ شاید کہ اس کی خوشنودی اسی میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے غصہ کو اپنی نافرمانی میں چھپا رکھنا۔

یہ کہ اُس نے اپنے غصہ کو اپنی نافرمانی میں چھپایا ہے پس تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھ۔ شاید کہ اُس کا غصہ اُسی چھوٹے سے گناہ میں پوشیدہ ہو۔

اور حدیث شریف میں مروی ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپایا ہے۔ یعنی

شب قدر کو راتوں میں چھپا رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

شب قدر کو راتوں میں چھپا رکھا ہے۔ جس میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس کا طالب رمضان شریف کی ہر شب میں اسکی جستجو کرتا رہے۔

اسم اعظم کو کلام الٰہی میں چھپا رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

اسم اعظم کو کلام الٰہی میں پوشیدہ فرمایا گیا ہے۔ جس میں یہ حکمت پائی جاتی ہے کہ کل اسما کی قدر اور اُن کی تلاوت کرتے رہیں۔

وقت اجابت دعا کو جمعہ کے دن میں پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

وقت اجابت دعا کو جمعہ کے

دن میں صبح سے غروب آفتاب تک چھپا رکھا گیا ہے۔ جس میں
یہ حکمت مضمر ہے کہ اس روز ہر وقت دعا میں مشغول رہیں۔ اور عبادت
سے غافل نہ رہیں۔

بہر کیف اب جبکہ دلی کے مخفی رہنے کا ذکر کیا جا چکا ہے
تو اسی کے سلسلہ میں اس کی علامتوں کا ظاہر کر دینا بھی ضروری

شیخ کامل کی علامتیں

ہے۔ کامل وہ ہی ہے جس کے
دیکھنے کے ساتھ ہی اللہ یاد آ جائے۔ اور دنیا کے خیالات
کافور ہو جائیں۔

اور حضرت شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے کامل کی شناخت
کے لئے حسب ذیل تین علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) دل فکر میں مشغول ہو۔

(۲) تن عبادت میں۔

(۳) آنکھ قربت مشاہدۂ انوار الٰہی میں مصروف ہو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ

دنیا کا اُس کے دل میں کھٹکا نہ ہو۔
عقبیٰ کا کوئی اثر نہ ہو۔
اور مولا کا اُس کے نزدیک کوئی بدل نہ ہو۔

شیخ کامل کی شناخت کے طریقے۔

لیکن ان باتوں کا امتیاز دفعتاً نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ کچھ عرصہ تک ان کی صحبت اختیار نہ کی جائے۔ اور مذکورہ بالا علامتوں پر نظر رکھنے کے علاوہ اس کی جملہ حرکات و سکنات اور احوال و اعمال و افعال کو کامل بصارت سے دیکھتا اور اقوال کو کامل سماعت سے نہ سنتا رہے۔ جب دیکھ لے کہ کل علامتیں پوری موجود ہیں۔ اور اس کا ہر فعل و قول مطابق شریعت ہے۔ اور اس کی صحبت سے تیرے مردہ دل میں زندگی و روشنی پیدا ہو چلی ہے۔ اور آخرت کا زیادہ تر خیال آنے لگا ہے۔ تو بس تو اس کے وجود کو مغتنمات سے سمجھ لے۔ اور اس سے بہر صورت اپنا مطلب و مقصد حاصل کر کے انسان کامل بنجا۔ اور بس۔

شیخ کامل کی صحبت کے اثرات

سن! کامل کی صحبت تیرے حق میں ایسی ہی مفید ثابت ہوگی جیسے خشک زمین یا خشک کھیتی کیلئے باران رحمت مفید ہوا کرتا ہے۔ تصوف میں صحبت کاملین جزو اعظم سمجھی گئی ہے۔ تاکہ صحبت کے اثرات تجھے معلوم ہو جائیں پھولوں کی مثال

دینی ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی پھولوں کے چمن میں بغرض سیر چلا جاتا ہے۔ اور کچھ دیر بعد پھر وہاں سے لوٹ آتا ہے تو اپنے ہمراہ اپنے کپڑوں میں پھولوں کی خوشبو کو بھی بسا لاتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ خود مجسم پھول ہو کر آتا ہے

فیض صحبت کے اثر کے متعلق حضرت سعدی علیہ الرحمہ کا ارشاد

عارف ربانی محقق سامی حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فیض صحبت کے اثر کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

گلِ خوشبوئے در حمام روزے
کسی دن ایک حمام خانہ میں تھوڑی سی
رسید از دست محبوبے بدستم
کسی دوست نے مجھے لا دی

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
اس سے میں نے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر
کہ از بوئے دلاویز تو مستم
کیونکہ میں تیری فرحت بخش خوشبو سے

بگفتا من گلِ ناچیز بودم
اُس نے جواب دیا کہ میں ایک ناچیز مٹی
ولیکن مدتے با گل نشستم
لیکن تھوڑی مدت پھولوں کی صحبت میں

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
جس کے فیض صحبت نے مجھ میں یہ اثر پیدا کیا
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
ورنہ میں وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی

پس جب پھولوں میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ تھوڑی سی مدت کی صحبت میں مٹی جیسی ناچیز چیز کو اور سیر کرنے والے کو اپنی

صفت سے متصف کر دیتے ہیں تو شیخ کامل کی صحبت ظاہر ہے کہ تیرے خیالات پر۔ تیرے قلب پر۔ اور تیرے دل پر کیا کچھ نہ رنگ وکیفیت اور تاثیر پیدا کر کے رہے گی۔ اسی کی طرف کلام الٰہی کی اس آیت میں اشارہ ہے کہ[1]

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ:

یعنی سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان خدا کے رنگ میں رنگا جائے۔ اس رنگ سے بہتر کوئی دوسرا رنگ نہیں۔ اور یہی اصلی غرض عبادت اور معرفت کی ہے۔ اور اسی سبب سے فرمایا جاتا ہے کہ فقرا کی صحبت کیا ہے گویا عین مجلس الٰہی ہے[2]

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَآءِ

اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب حق کا دل کبر وریا سے اور کدورت وزنگ دوئی سے دھلتا اور اس پر رنگ وحدانیت یعنی خدا کا رنگ جس کا ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے چڑھتا چلا جاتا ہے۔

حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

---

[1] ترجمہ اللہ تعالیٰ کا رنگ کیا ہی اچھا رنگ ہے اور ہم اسی کی پرستش کرنے والے ہیں۔

[2] ترجمہ۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اسکو چاہیئے کہ فقراء کی صحبت اختیار کرے۔

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند
نیک بخت کی صحبت تجھے نیکبخت بنادیگی — اور بدبخت کی صحبت بدبخت

صحبت کامل ترا کامل کند — در مقام قرب حق واصل کند
کامل کی صحبت تجھے کامل بنادیگی — اور مقام قرب حق میں پہونچا دیگی

مردان خدا خدا نہ باشند — لیکن ز خدا جدا نہ باشند
یہ سچ ہے کہ واصلان خدا خدا — لیکن خدا سے جدا بھی نہیں

لہذا اب مضمون کو زیادہ طوالت دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا مختصر مفید کے جملہ کو مد نظر رکھ کے حسب ذیل دعائیہ نظم پر اس کو ختم کیا جاتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

نظم

خدایا جسقدر ہیں دوست تیرے — یقیناً سب کے ہیں اعمال اچھے
مگر اعمال بد سے ہم ہیں ترساں — ترا فضل و کرم ہو ہم پہ رحماں
خط اعمال میں عصیاں ہیں جتنے — تو ماء عفو سے ان سبکو دھو دے
میرے دل پر تو وہ تجلی گرا دے — کہ جو تیرے سوا سب کو جلا دے
عطا کر وہ بصارت یا الٰہی — نہ دیکھوں غیر کو تیری کبھی بھی
زباں کو ذائقہ دہ کر عنایت — کہ تیرے ذکر کی چکھے حلاوت
شراب معرفت ایسی پلا دے — کہ جو تیری سوا سب کو بھلا دے

نشہ حد سے جو بڑھ جاوے تو کیا ہو ۔ جو ڈھونڈوں آپکو تو پاؤں تجھکو
دوئی کا بیچ سے پردہ اٹھا دے ۔ تو ہمکو آپ سے بالکل ملا دے
بحق سرور کونین احمدؐ ۔ عطا کر ہمکو عشق و نور بے حد
عطا کر ہم کو عشق و نور کامل ۔ عطا کر ہم کو نور شیخ کامل
عطا کر ہم کو ذوق پارسائی ۔ عطا کر ہم کو عشق مصطفائی
عطا کر ہم کو عرفاں رب اکرم ۔ کہ تیری یاد میں ہر دم رہیں ہم
الٰہی رحمتت دریائے عام است ۔ ازاں یک قطرہ مارا تمام است
طفیل سید کونین و سرور ۔ طفیل آل و اصحاب پیمبر
ز بہر خادمگان بارگاہست ۔ بکن ایں نامہ ام را نو کہ رحمت
تَقَبَّل مغفرنا لِلخَاصِ وَالعام ۔ اِلٰہی اَنتَ ذُو فَضلٍ وَاِکرَام

تمت بالخیر

کمترین بندگان محمد کمال خان السنی الحنفی مذہباً والچشتی القادری مشرباً
ملازم سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی۔
ساکن محلہ قدیم منھیار پٹی قریب
مسجد مولوی ولی الدین صاحب
واقع حیدرآباد دکن
۱۳۴۲ھ
۱۱ جمادی الثانی
نوشتہ مولف